تنظیم اسلامی کا ترجمان

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

04

www.tanzeem.org

2 تا 8 جمادیٰ الاُخریٰ 1441ھ / 28 جنوری تا 3 فروری 2020ء

طائف میں حضور ﷺ کی درد بھری دعا

طائف میں آپؐ کے قلب کی گہرائیوں سے جو فریاد نکلی ہے اسے نقل کرتے ہوئے بھی کلیجہ شق ہوتا ہے:

اَللّٰھُمَّ اِلَیْکَ اَشْکُوْ ضُعْفَ قُوَّتِیْ وَقِلَّۃَ حِیْلَتِیْ وَھَوَانِیْ عَلَی النَّاسِ

’’اے اللہ! کہاں جاؤں‘ کہاں فریاد کروں‘ تیری ہی جناب میں فریاد لے کر آیا ہوں‘ اپنی قوت کی کمی اور اپنے وسائل و ذرائع کی کمی کی اور لوگوں میں جو رسوائی ہو رہی ہے‘ اس کی۔‘‘

اِلٰی مَنْ تَکِلُنِیْ؟ اِلٰی بَعِیْدٍ یَتَجَھَّمُنِیْ اَوْ اِلٰی عَدُوٍّ مَلَّکْتَہٗ اَمْرِیْ؟

’’اے اللہ! تو مجھے کس کے حوالے کر رہا ہے؟ کیا تو نے میرا معاملہ دشمنوں کے حوالے کر دیا ہے کہ وہ جو چاہیں میرے ساتھ کر گزریں؟‘‘

اِنْ لَمْ یَکُنْ عَلَیَّ غَضَبُکَ فَلَا اُبَالِیْ!

’’پروردگار! اگر تیری رضا یہی ہے اور اگر تو ناراض نہیں ہے تو پھر میں بھی راضی ہوں‘ مجھے اس تشدد کی کوئی پروا نہیں ہے۔‘‘

اَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْھِکَ الَّذِیْ اَشْرَقَتْ لَہُ الظُّلُمٰتُ

’’اے ربّ! میں تیرے روئے انور کی ضیاء کی پناہ میں آتا ہوں جس سے ظلمات منور ہو جاتے ہیں۔‘‘

اس سے گہری کوئی فریاد ہو سکتی ہے؟ لیکن دیکھئے‘ حضور ﷺ کی دو نسبتیں ہیں‘ مقامِ عبدیت اور مقامِ رسالت۔ (وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ) یہاں وہ نسبتِ عبدیت غالب آ رہی ہے: (اِنْ لَمْ یَکُنْ عَلَیَّ غَضَبُکَ فَلَا اُبَالِیْ) ’’پروردگار! اگر تو ناراض نہیں ہے تو مجھے کوئی پروا نہیں!‘‘ سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے!!

رسولِ انقلاب کا طریقِ انقلاب
ڈاکٹر اسرار احمدؒ

اس شمارے میں

پاکستان: اسلامی فلاحی ریاست یا......

حقِ حکمرانی کا اہل کون؟

امریکہ ایران نورا کشتی (2)

سیاست کے پیشوا

قرآن کی عظمت کا اعتراف

یہود اور ہم

کامیابی کا نسخہ: مکمل بندگیٔ رب

سورۃ الحج | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیت : 77

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا ارۡكَعُوۡا وَاسۡجُدُوۡا وَاعۡبُدُوۡا رَبَّكُمۡ وَافۡعَلُوا الۡخَیۡرَ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ﴿۷۷﴾ ۚ

اب دوسرے مرحلے کی دعوت ان خصوصی لوگوں کے لیے ہے جنہوں نے اس پہلی دعوت پر لبیک کہا کہ ہم ایک اللہ کو معبود مانتے ہیں‘ محمد ﷺ کو اللہ کا رسول تسلیم کرتے ہیں‘ بعث بعد الموت پر بھی یقین رکھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو اب باقاعدہ حکم دیا جا رہا ہے:

آیت ۷۷ ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا ارۡكَعُوۡا وَاسۡجُدُوۡا وَاعۡبُدُوۡا رَبَّكُمۡ﴾ ’’اے ایمان کے دعوے دارو! جھک جاؤ اور سربسجود ہو جاؤ اور اپنے رب کی بندگی کرو‘‘

یہاں صرف اصطلاحی رکوع اور سجدہ ہی مراد نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کے سامنے مکمل طور پر سرِ تسلیم خم کر دینے کا حکم ہے۔

﴿وَافۡعَلُوا الۡخَیۡرَ﴾ ’’اور نیک کام کرو‘‘

یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ وَاعۡبُدُوۡا (بندگی کرو!) کے حکم میں تو گویا سب کچھ آ گیا۔ اب اس کے بعد مزید نیک کام کون سے ہیں؟ دراصل ’’فعلِ خیر‘‘ سے یہاں مراد خدمتِ خلق ہے۔ اس حکم سے مراد یہ ہے کہ اپنے آپ کو خدمتِ خلق میں لگا دو! اور خدمتِ خلق صرف بھوکے کو کھانا کھلانے تک ہی محدود نہیں بلکہ سب سے بڑی خدمتِ خلق یہ ہے کہ لوگوں کی عاقبت سنوارنے کی کوشش کی جائے۔ چنانچہ اس حکم میں یہ بھی شامل ہے کہ اے اللہ کے بندو! ایمان و عمل کے جو حقائق تم پر منکشف ہو گئے ہیں ان سے دوسرے لوگوں کو بھی روشناس کراؤ‘ تاکہ وہ جہنم کا ایندھن بننے سے بچ جائیں۔

﴿لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ﴿۷۷﴾﴾ ’’تاکہ تم فلاح پاؤ!‘‘

سیاق و سباق کے اعتبار سے یہ بہت اہم بات ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اے ایمان کے دعوے دارو! کہیں تم یہ نہ سمجھ بیٹھنا کہ ایمان کا اقرار کر لیا تو بس اب فلاح ہی فلاح ہے۔ بس کلمہ پڑھ لیا اور کامیابی ہو گئی۔ ہم مسلمان ہو گئے ہیں اور اب بیٹھے بٹھائے ہمیں جنت مل جائے گی تو یہ تمہارا اپنا خیال ہے‘ تمہاری اپنی دل خوش کن تمنا (wishful thinking) ہے۔ جیسے کہ بنی اسرائیل کے بارے میں فرمایا گیا: ﴿تِلۡكَ اَمَانِیُّهُمۡ ؕ﴾ (البقرۃ: ۱۱۱) ’’یہ ان کی تمنائیں ہیں۔‘‘

فرمانِ نبویؐ

تین طرح کے لوگوں کے لئے وعید

عَنۡ اَبِیۡ هُرَیۡرَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ثَلَاثَةٌ اَنَا خَصۡمُهُمۡ یَوۡمَ الۡقِیَامَةِ: رَجُلٌ اَعۡطٰی بِیۡ ثُمَّ غَدَرَ وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَاَكَلَ ثَمَنَهٗ وَرَجُلٌ اِسۡتَاجَرَ اَجِیۡرًا فَاسۡتَوۡفٰی مِنۡهُ وَلَمۡ یُعۡطِهٖ اَجۡرَهٗ))

(رواہ البخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: ’’اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قیامت کے دن میں تین طرح کے لوگوں کے خلاف مدعی ہوں گا۔

(1) جس نے میرا نام بیچ میں لا کر عہد (معاہدہ) کیا اور پھر اسے توڑ ڈالا۔

(2) آزاد شخص کو فروخت کر کے اس کی قیمت سے فائدہ اٹھانے والا۔ اور

(3) جس نے مزدور سے کام تو پورا پورا لیا مگر اس کی مزدوری نہ دی۔‘‘

تشریح یہ وعید کا انتہائی سخت انداز ہے‘ جس سے ان افعال کی شناعت کا اظہار مقصود ہے‘ تاکہ مسلمان متنبہ رہیں‘ اور ان امور سے اجتناب کرنا لازم سمجھیں۔

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

2تا8 جمادی الاُخریٰ 1441ھ جلد 29
28 جنوری تا 3 فروری 2020ء شمارہ 04

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
"دارالاسلام" ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 79-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 15 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 600 روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا .... (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

پاکستان: اسلامی فلاحی ریاست یا مسلمانوں کا ملک؟

ریاست پاکستان بہت سے اعتبارات سے اس دنیا میں ایک منفرد ریاست ہے۔ یہ واحد ریاست ہے جو اسلام کے نام پر وجود میں آئی تھی۔ یہ واحد ریاست تھی جو دو حصوں میں منقسم تھی، جن کے درمیان اس کا ازلی اور ابدی دشمن ملک پھیلا ہوا تھا۔ یہ دنیا کا واحد ملک ہے جس کی سلامتی کے حوالے سے اس کے اپنے باسی شکوک وشبہات کا اظہار کرتے رہتے ہیں اور بیرونی دنیا اس کے عالمی نقشہ سے غائب ہونے کی تاریخیں دیتی رہتی ہے۔ یہ ایک ایسی ریاست ہے جس میں ایک سے زائد تعلیمی نظام رائج ہیں۔ بنیادی طور پر یہ زرعی ملک ہے، لیکن زراعت میں خود کفیل نہیں۔ صنعت اور ٹیکنالوجی کے حوالہ سے یہ پسماندہ ملک ہے، بہت سی بنیادی ضروریات دوسرے ممالک سے درآمد کرتا ہے، لیکن ایٹمی صلاحیت حاصل کر چکا ہے اور ایٹمی ٹیکنالوجی میں بھارت جیسے صنعتی لحاظ سے ترقی یافتہ ملک سے کہیں آگے ہے۔ پھر یہ کہ اہل پاکستان اپنی شناخت کے حوالہ سے متفق نہیں۔ ملک کی عظیم اکثریت خود کو اُمتِ مسلمہ کا حصہ سمجھتی ہے، اسلام کو پاکستان کی بنیاد اور اسلامی نظام کو نظریۂ پاکستان کی عملی تعبیر خیال کرتی ہے، جبکہ ایک قلیل مگر انتہائی مؤثر گروہ پاکستان کو مسلمانوں کا ایسا ملک قرار دیتا ہے جو صرف ہندو کے معاشی استحصال سے بچنے کے لیے قائم کیا گیا۔ ان کے بقول بانیٔ پاکستان سیکولر پاکستان چاہتے تھے۔ وہ قائداعظم کی 11 اگست 1947ء کی اسمبلی میں کی گئی تقریر کے ایک جز کو اپنے استدلال کی بنیاد بناتے ہیں۔ یہ گروہ اگرچہ قلیل ہے، لیکن مقتدر حلقوں میں اثر ورسوخ رکھنے اور ذرائع ابلاغ پر بلاشرکت غیرے قبضہ کی وجہ سے بہت بڑا اور مؤثر دکھائی دیتا ہے۔ ہم اس تحریر میں اسی نکتہ کو زیر بحث لائیں گے کہ کیا بانیانِ پاکستان، تحریک پاکستان کے کارکنان اور عوام جو گلی کوچوں اور بازاروں میں "لے کر رہیں گے پاکستان" اور "پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ" کے نعرے لگاتے ہوئے اس تحریک کے ہراوّل دستہ بنے ہوئے تھے۔ وہ ہندوستان کو کاٹ کر ایک اسلامی فلاحی جمہوری ریاست کی تشکیل چاہتے تھے یا ہندو کے استحصال سے پاک محض مسلمانوں کا ایک ملک بنانا چاہتے تھے۔

ہماری سوچی سمجھی رائے یہ ہے کہ ہمارے یہ بزرگ پاکستان کو ایک ایسی اسلامی فلاحی جمہوری ریاست بنانا چاہتے تھے جس میں اسلام کا نظام عدلِ اجتماعی رائج ہوگا۔ اگر مسئلہ محض مسلمانوں کو ہندوؤں کے معاشی استحصال سے بچانا ہوتا تو یہ مقصد خون کے دریا بہائے اور عزتیں لٹائے بغیر بھی حاصل کیا جا سکتا تھا۔ کون نہیں جانتا کہ کانگریس اور ہندوؤں کے باپو گاندھی تقسیم ہند کو بچانے کے لیے مسلم لیگ کی ہر شرط تسلیم کر لیتے، وہ سفید کاغذ پر دستخط کرنے پر تیار ہو جاتے۔ فرض کریں مسلم لیگ یہ

تسلیم بھی کر لیتی کہ متحدہ ہندوستان میں کنفیڈرل نہیں بلکہ فیڈرل نظام حکومت ہوگا، لیکن جداگانہ انتخابات اور صوبائی خودمختاری کا مطالبہ کر دیتی، مرکز کے پاس صرف کرنسی، دفاع اور امور خارجہ ہوتے تو کوئی ہمیں سمجھا دے کہ معاشی ہی نہیں سیاسی سطح پر بھی کانگریس مسلمانوں کا کیا بگاڑ سکتی تھی۔ آج پاکستان میں آئین میں اٹھارہویں ترمیم کے باوجود مرکز کے پاس بہت سے اختیارات ہیں۔ پھر بھی صوبے کنٹرول سے باہر ہو رہے ہیں۔ یہ بات الگ ہے کہ پاکستان میں مرکز اور صوبے دونوں سطحوں پر عوام کا معاشی اور سیاسی استحصال خود مسلمان حکمرانوں کے ہاتھوں ہو رہا ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو ہندو کے معاشی استحصال سے بچانے کا واحد حل مکمل طور پر ایک الگ ریاست کا قیام لازم نہ تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ قائداعظم نے تقسیم ہند سے پہلے ایک سو سے زائد ایسی تقاریر کیں، جن میں اسلام کا حوالہ یا نئے ملک میں اسلامی نظام نافذ کرنے کا ذکر ہے۔ یہاں تک کہ جب قائداعظم سے پوچھا گیا کہ پاکستان کا آئین کیسا ہوگا تو قائد کا جواب تھا کہ ہمارا آئین تیرہ سو سال پہلے قرآن پاک کی صورت میں موجود ہے۔ 25 جنوری 1948ء کو کراچی بار ایسوسی ایشن سے خطاب کرتے ہوئے قائداعظم نے دوٹوک انداز میں فرمایا تھا:

''اسلامی اصول آج بھی ہماری زندگی کے لیے اسی طرح قابل عمل ہیں جس طرح تیرہ سو سال پہلے قابل عمل تھے۔ میں یہ نہیں سمجھ سکا کہ لوگوں کا ایک گروہ جان بوجھ کر فتنہ اندازی سے یہ بات کیوں پھیلانا چاہتا ہے کہ پاکستان کا آئین شریعت کی بنیاد پر مدوّن نہیں کیا جائے گا۔''

سٹیٹ بینک آف پاکستان کا افتتاح کرتے ہوئے معمارِ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح نے فرمایا جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

''اب آپ کو اسلام کا نظامِ معیشت تیار کرنا ہے‘ اس مغربی نظامِ معیشت نے انسان کو کوئی خیر اور بھلائی عطا نہیں کی۔''

قیامِ پاکستان کے بعد قائداعظم کی 13 ماہ میں 14 تقاریر ایسی ہیں جن سے قائد کا یہ واضح رجحان سامنے آتا ہے کہ وہ پاکستان کو اسلامی نظریاتی جمہوری ریاست بنانا چاہتے تھے۔ قائداعظم نے اپنے انتہائی مختصر دور میں صرف ایک شعبہ ''ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک ری کنسٹرکشن'' قائم کیا، علامہ محمد اسد کو اس کا انچارج بنایا۔ اس شعبہ کو یہ کام تفویض کیا گیا کہ وہ قوانین کو اسلامی سانچے میں ڈھالے گا۔ قائداعظم کی وفات کے بعد علامہ محمد اسد کو پاکستان سے باہر بھیج دیا گیا اور اُن کے شعبہ کو آگ لگا دی گئی جس سے سارا ریکارڈ جل کر خاکستر ہو گیا۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ قائداعظم کی تقاریر اور تحاریر میں کہیں سیکولرازم کا لفظ نہ دکھائی دیتا ہے نہ سنائی دیتا ہے۔ پھر یہ بھی اصرار کرنا کہ قائد پاکستان کو سیکولر ملک بنانا چاہتے تھے‘ ڈھٹائی اور بے شرمی کے سوا کیا ہے۔

جہاں تک قائد کی 11 اگست 1947ء کی تقریر کے اس حصہ کا تعلق ہے جسے سیکولر عناصر دانتوں میں دبائے پھرتے ہیں، اگرچہ اس کی بہت سی تاویلات کی گئی ہیں، لیکن جدید تحقیق نے تو یہ بات مشکوک قرار دے دی ہے کہ قائد کی تقریر میں یہ حصہ شامل تھا بھی یا نہیں۔ پاکستان نے آل انڈیا ریڈیو سے جب یہ تقریر حوالے کرنے کی درخواست کی تو بھارتی حکومت نے جواب دیا کہ وہ اس کے ریکارڈ میں موجود نہیں۔ بعض محققین نے اسے برطانوی لائبریری میں ڈھونڈنے کی کوشش کی، وہاں بھی یہ موجود نہیں پائی گئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ سابق چیف جسٹس منیر جو انتہائی سیکولر ذہن رکھنے والے تھے تقریر کا یہ حصہ خود انہوں نے شامل کیا اور یہی تحریف شدہ تقریر کا متن پنجاب اسمبلی میں موجود ہے۔ واللہ اعلم!

آج ہر مخلص پاکستانی کے ذہن میں یہ سوال کلبلا رہا ہے کہ پاکستان کو قائم ہوئے 72 سال ہو چکے ہیں، لیکن گزشتہ کچھ عرصہ سے سیکولر عناصر کی دھماچوکڑی میں کیوں اضافہ ہو گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمسایہ برادر ملک افغانستان میں طالبانِ افغانستان کے ہاتھوں امریکا کی درگت اور اب اس کا وہاں سے ساز وسامان چھوڑ کر فرار پاکستانی سیکولر عناصر کو بے تاب کر رہا ہے۔ کیونکہ افغانستان سے امریکہ کے نکل جانے کے بعد وہاں افغان طالبان کا اقتدار نوشتۂ دیوار ہے۔ لہٰذا انہیں خوف یہ ہے کہ کہیں پاکستان بھی اس سے متاثر ہو کر اسلام کی راہ پر نہ چل نکلے، جو ان کے عیش وعشرت اور رقص وسرود کی محفلوں کا خاتمہ کر سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان کا مقدر اسلام سے وابستہ ہے۔ اسلام اور پاکستان کو الگ الگ کرنے کی کوشش کی گئی تو اسلام کا کچھ نہیں بگڑے گا، اسے تا قیامِ قیامت قائم رہنا ہے، البتہ پاکستان کے بارے میں دشمنوں کی یہ پیشین گوئی پوری ہو سکتی ہے کہ مستقبل کے عالمی نقشہ میں اس کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ لہٰذا پاکستان اور اہلِ پاکستان کی واحد پناہ گاہ اسلام ہے۔ اللہ رب العزت پاکستان کو اس کے اندرونی اور بیرونی تمام دشمنوں سے بچائے اور اسے اپنے معماروں کی خواہش کے مطابق صحیح معنوں میں اسلامی فلاحی ریاست بنائے۔ آمین!

حق حکمرانی کا اہل کون؟

(سورۃ الحدید کی آیت 5 اور 6 کی روشنی میں)

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں نائب امیر تنظیم اسلامی محترم اعجاز لطیف کے 17 جنوری 2020ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

قارئین! سورۃ الحدید کی پہلی 4 آیات کا مطالعہ ہم کر چکے ہیں۔ اب ان شاء اللہ ہم اسی سورۃ کی اگلی دو آیات کا مطالعہ کریں گے۔ ارشاد فرمایا:

﴿ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط ﴾ ''آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اُسی کی ہے۔'' (الحدید:5)

اس سورۃ میں دوسری مرتبہ یہ بات آئی ہے۔ پہلی مرتبہ فرمایا کہ ''اُسی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی'' اور یہاں فرمایا کہ آسمانوں اور زمینوں کی بادشاہی اُسی کی ہے۔ ان الفاظ کو دوبارہ اس لیے لایا گیا کہ اللہ کے ماننے والوں کی اکثریت اللہ کو خالق تو مان لیتی ہے لیکن اس کو بادشاہ حقیقی مان کر اس کی مان کر چلنے کے لیے تیار نہیں۔ حالانکہ اگر بادشاہ حقیقی وہ ہے تو پھر رعایا کا کام یہ ہے کہ اس کی مان کر چلے۔ لیکن اکثریت کا معاملہ یہ ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی بادشاہت کو ماننے کے لیے تیار نہیں۔ حالانکہ قرآن نے نہ صرف اللہ کی حاکمیت پر مبنی نظام کا مکمل تصور دیا ہے بلکہ رسول ﷺ نے اللہ کا نظام قائم کر کے دکھایا بھی ہے اور خلافت راشدہ کی شکل میں باقاعدہ ایک ادارے کے طور پر اس کو جاری وساری بھی فرمایا۔ تاہم خلافت راشدہ کے بعد رفتہ رفتہ یہ تصور خاص طور پر حکمران طبقہ کے ذہنوں سے محو ہوتا گیا کہ اللہ صرف خالق ہی نہیں بلکہ حاکم اور بادشاہ بھی ہے اور اسی وجہ سے پھر خلافت کی جگہ ملوکیت نے لے لی۔ جب ملوکیت کا آغاز ہو گیا تو اس کے بعد پھر اللہ والوں نے کوششیں کیں کہ اللہ کی حاکمیت یعنی نظام خلافت کو دوبارہ قائم کیا جائے۔ لیکن جب وہ کوششیں دنیوی اعتبار سے کامیاب نہیں ہوئیں تو عام مسلمانوں نے بھی ذہنی طور پر ''جس کی لاٹھی اس کی بھینس'' کے مصداق تسلیم کر لیا کہ جس کے پاس طاقت ہوگی وہی حکومت کرے گا باقی مسلمان اللہ کی عبادت کریں بس یہی دین ہے۔ اس طرح جب اللہ کی حاکمیت کا تصور ذہن سے نکل گیا تو دین محض چند عقائد، عبادات اور رسومات تک محدود ہو کر رہ گیا۔ اب دین کا تصور صرف یہ رہ گیا ہے کہ اللہ کو ایک مانو، اللہ کے لیے نماز پڑھو، روزے رکھو، اس کے گھر کا حج کر لو، زکوٰۃ دے لو بس یہی دین ہے۔ حالانکہ یہ سب چیزیں دین کا حصہ تو ہیں لیکن مکمل دین نہیں ہیں۔ دین مکمل اس وقت ہوگا جب دل سے اللہ کی حاکمیت کو تسلیم کیا جائے اور پھر اس کو بالفعل قائم کرنے کے لیے جہاد کیا جائے۔ اسی لیے اس سورۃ کے

مرتب: ابو ابراھیم

آغاز میں ہی دوسری مرتبہ اللہ کی حاکمیت کی بات کی گئی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ قرآن اللہ کی حاکمیت پر کتنا زور دیتا ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ جب اللہ کی حاکمیت کا تصور ذہنوں سے اوجھل ہو جائے تو پھر پورے کے پورے دین میں داخل ہونا ممکن نہیں رہتا ہے۔ دوسرا یہ کہ پھر انسان خود حاکم بن کر بیٹھ جاتا ہے حالانکہ انسان کا خود حاکم بن کر بیٹھ جانا ہی سب سے بڑا فساد ہے۔ یہ اللہ کے خلاف بغاوت ہے اور جو بھی اللہ کا حقیقی فرمانبردار اور وفادار ہے اس کا فرض ہے کہ اس بغاوت کا قلع قمع کرے تاکہ اللہ کی حاکمیت جیسی آسمانوں میں مانی جا رہی ہے ویسی زمین میں بھی مانی جائے اور بالفعل اللہ کی حاکمیت قائم ہو۔ اس کے لیے کوشش اور محنت کرنا بھی اصل جہاد اور ان آیات پر ایمان ویقین کا لازمی اور منطقی تقاضا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی حاکمیت میں کسی کی شراکت کو برداشت نہیں کرتا ہے۔ سورۃ الفرقان میں فرمایا:

''وہ ہستی جس کے لیے ہے بادشاہی آسمانوں کی اور زمین کی اور جس نے کسی کو اپنی اولاد نہیں بنایا' اور نہ ہی اس کا کوئی شریک ہے حکومت (کے اختیارات) میں اور اُسی نے ہر شے کو پیدا کیا اور پھر اس کے لیے ایک اندازہ مقرر کیا۔''

یہی بات سورۂ بنی اسرائیل میں آئی ہے:

''اور نہیں ہے اس کا کوئی شریک بادشاہی میں' اور نہ ہی اس کا کوئی دوست ہے کمزوری کی وجہ سے' اُس کی تکبیر کرو جیسے کہ تکبیر کرنے کا حق ہے۔'' (آیت:111)

ایمان والوں کو چاہیے کہ وہ اس اصل بادشاہی کو زمین پر قائم کرنے کی کوشش کریں۔ یہاں اللہ کی تکبیر کرنے سے یہی مراد ہے کہ صرف زبان سے اللہ اکبر کہہ دینا کافی نہیں ہے بلکہ خلافت کا جو نظام قرآن نے دیا ہے اس کو زمین پر قائم کرنے کی کوشش کی جائے تو اللہ کی تکبیر کرنے کا حق ادا ہوگا۔

اس لحاظ سے دیکھا جائے تو پاکستان جو اسلام کے نام پر بنایا گیا ہے وہاں تو لازماً اللہ کو بڑا مانا جائے۔ یعنی صرف زبانوں پر اللہ اکبر نہ ہو بلکہ پارلیمنٹ میں بھی اللہ بڑا ہو۔ لیکن ہماری پارلیمنٹ کا حال یہ ہے کہ ایک ہندو ممبر نے اسمبلی میں شراب کو حرام قرار دینے کا بل پیش کیا تو اس کی مخالفت ہمارے مسلمان ممبران اسمبلی نے کی اور اس طرح وہ بل پاس نہیں ہو سکا۔ بلکہ ایک وزیر باتدبیر نے یہاں تک کہا کہ جس نے پینی ہے اس نے تو پینی ہی ہے قانون بنانے سے کیا ہوتا ہے۔ ایسے ہی معاملات کے حوالے سے اس آیت میں آگے فرمایا گیا:

﴿ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ⑤ ﴾ ''اور تمام معاملات

اُسی کی طرف لوٹا دیے جائیں گے۔''

اللہ کے بادشاہِ حقیقی ہونے کا منطقی تقاضا بھی یہی ہے کہ سارے معاملات اللہ کی عدالت میں پیش ہوں اور آخری فیصلے کا اختیار بھی اللہ کو حاصل ہے۔ گویا یہ ایمان باللہ اور ایمان بالآخرت کے درمیان منطقی ربط ہے کہ اگر اس اللہ کو مانتے ہو جو بادشاہ حقیقی ہے تو اس کی بات اس دنیا میں بھی مانی جانی چاہیے۔ اگر نہیں مانی جائے گی تو اس کے حضور تو حاضر ہونا ہوگا۔ پھر وہاں پر اپنے اعمال کی جواب دہی بھی کرنی پڑے گی۔ یہاں اسلوب مجہول کا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ خواہ تم پسند کرو یا نہ کرو۔ تم چاہو یا نہ چاہو سارے کے سارے معاملات اللہ کے دربار میں پیش ہو کر رہیں گے۔ جیسا کہ فرمایا:

''اور بہت بابرکت ہے وہ ذات جس کے اختیار میں ہے بادشاہی آسمانوں کی اور زمین کی اور ان دونوں کے درمیان کی ساری چیزوں کی۔ اور اُسی کے پاس ہے قیامت کا علم' اور اُسی کی طرف تم لوٹا دیے جاؤ گے۔'' (الزخرف:85)

اسی طرح سورۃ الجاثیہ میں فرمایا:

''اور اللہ ہی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی۔ اور جس دن قیامت قائم ہوگی اُس دن جھٹلانے والے بڑے خسارے میں ہوں گے۔'' (آیت:27)

اس دنیا میں اللہ کی بادشاہی کو نہ ماننے والے اور اپنی من چاہی زندگی گزارنے والے اس دن اللہ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ ناکام ہوں گے۔ اس روز کی شرمندگی سے محفوظ رہنے کے لیے ضروری ہے کہ دنیا میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کو بادشاہ حقیقی سمجھ کر اس کے تمام احکامات پر انفرادی اور اجتماعی طور پر عمل کرنے کی کوشش کی جائے۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے نہ صرف واقف ہے بلکہ سارے کے سارے امور کا مرجع بھی وہی وحدہٗ لاشریک ہے۔ سارے کام اس کے اذن اور حکم سے ہوتے ہیں اور پھر ان سب کی رپورٹ بھی اسی کی بارگاہ میں پیش کی جاتی ہے۔ اس کی سول سروس کے دو نمائندے کراماً کاتبین ہماری ساری حرکتیں ریکارڈ کر کے اسی کے حضور میں پیش کرتے ہیں۔ لہٰذا اللہ کے سوا نہ کوئی ایسا مالک اور مختار ہے جو اپنی صوابدید پر سب کچھ کرنے کا مجاز ہو اور نہ ہی کوئی اس کے حضور میں مسئولیت اور حساب سے اپنے آپ کو بری الذمہ سمجھ سکتا ہے۔ سب کچھ اسی وحدہٗ لاشریک کے قبضہ قدرت اور اختیار میں ہے۔ اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اس تصور کے تحت زندگی گزاریں کہ بادشاہ حقیقی ایک اللہ ہے اور ہم نے اس کے حکم کے مطابق زندگی گزارنی ہے۔ یعنی من چاہی نہیں بلکہ رب چاہی زندگی گزارنی ہے۔ آگے فرمایا:

﴿یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَیُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ ط﴾

''وہ پرولاتا ہے رات کو دن میں اور پرولاتا ہے دن کو رات میں۔'' (الحدید:6)

یہاں پہلی بات یہ فرمائی کہ یہ سلسلہ روز وشب بھی اللہ کی عظیم آیات میں سے ہے۔ دوسری بات یہ بتائی گئی کہ یہ رات اور دن کا نظام بھی خودبخود نہیں چل رہا بلکہ اسے بھی اللہ چلا رہا ہے۔ یہ بھی اللہ کے اختیار میں ہے۔ سورۃ القصص میں فرمایا:

''آپ کہیے: کیا تم لوگوں نے کبھی غور کیا کہ اگر اللہ تم پر رات مسلط کر دے ہمیشہ کے لیے قیامت کے دن تک تو کون معبود ہوگا اللہ کے سوا جو تمہارے لیے روشنی لائے گا؟ تو کیا تم لوگ سنتے نہیں ہو؟'' (آیت:71)

رات کی تاریکی تو اپنی جگہ وحشت ناک ہے۔ آج کل دن میں جو دھند چھائی ہوئی ہے اس سے انسان ڈپریشن کا شکار ہے، پھر اس میں سانس کی بیماریاں ہیں اور طرح طرح کے نقصانات ہیں۔ لیکن اگر اللہ تعالیٰ ہمیشہ کے لیے تاریکی پر تاریکیاں طاری فرما دے تو پھر کیا ہوگا؟ اسی طرح اگر:

''آپ کہیے: کیا تم لوگوں نے کبھی یہ سوچا کہ اگر اللہ تم پر ہمیشہ کے لیے دن ہی کو قائم کر دے قیامت کے دن تک تو کون معبود ہے اللہ کے سوا جو تمہارے لیے رات لائے گا جس میں تم آرام کر سکو؟ تو کیا تم لوگ دیکھتے نہیں ہو؟'' (القصص:72)

آج کی جدید سائنس بھی اس بات کی تصدیق کر رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رات کو انسان کے لیے بہت بڑی نعمت بنایا ہے۔ کیونکہ دراصل رات انسان کے لیے ایک طرح کا نیچرل repairing system مہیا کرتی

پریس ریلیز 24 جنوری 2020ء

ٹرانسپیرنسی انٹرنیشنل کی کرپشن سے متعلق رپورٹ حکومت کے لیے باعث شرم ہے

حافظ عاکف سعید

یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے ایک بیان میں کہی۔ اُنھوں نے کہا کہ تحریکِ انصاف کی حکومت اور خاص طور پر وزیراعظم عمران خان ایک عرصہ دراز سے اپنے تئیں کرپشن کے خلاف جہاد کا اعلان کر رہے تھے لیکن اُن کے اپنے ہی دورِ حکومت میں کسی عالمی ایجنسی کا یہ رپورٹ دینا کہ 2019ء میں پاکستان میں کرپشن میں گزشتہ سال کی نسبت اضافہ ہوا ہے، یقیناً اُن کے لیے انتہائی باعثِ شرم وندامت ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ وزیراعظم پاکستان کو اپنے قریبی ساتھیوں اور بیوروکریسی پر کڑی نگاہ رکھنی ہوگی۔ یہ ایک ناقابلِ تردید امر ہے کہ مہنگائی کی وجہ سے اُن کی حکومت عوام میں بہت غیر مقبول ہو چکی ہے اور اُنھیں سخت عوامی ردِّعمل کا سامنا ہے۔

امیر تنظیم اسلامی نے افریقہ کے ایک اسلامی ملک گیمبیا کو زبردست خراجِ تحسین پیش کیا جس نے تن تنہا کوشش کر کے عالمی عدالت انصاف میں میانمار کے خلاف مقدمہ درج کرایا ہے کہ حکومت میانمار اپنے ملک میں روہنگیا مسلمانوں پر مسلسل ظلم وستم ڈھا رہی ہے اور اُن کی نسل کشی کر رہی ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ افریقہ کے اِس چھوٹے سے ملک کی کوششوں کے نتیجہ میں عالمی عدالت انصاف نے یہ اعتراف کیا ہے اور فیصلہ دیا ہے کہ عدالت اُن الزامات پر مبنی یہ مقدمہ سننے کی مجاز ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ ضرورت ہے کہ سعودی عرب، پاکستان، ایران، ترکی اور ملائیشیا جیسے بڑے مسلمان ممالک بھی اِس حوالے سے آگے بڑھیں اور عدالت میں فریق بنیں تاکہ عالمی عدالتِ انصاف پر پریشر میں اضافہ ہو اور میانمار حکومت کے مظالم کو روکا جا سکے۔ اُنھوں نے مطالبہ کیا کہ جنیوا کنونشن اور دیگر بین الاقوامی قوانین کے تحت میانمار پر پابندیاں لگائی جائیں۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر واشاعت، تنظیم اسلامی)

ہے ۔سائنس کہتی ہے کہ رات کے 10 بجے کے بعد انسان کے لیور کی ریپئرنگ کا کام شروع ہو جاتا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ اسی وقت اصل سکون والی نیند کی کیفیت ہوتی ہے۔ یہی وہ سسٹم ہے جو اللہ چلا رہا ہے۔ اس کے مقابلے میں دن میں آپ ڈبل نیند کر لیں تو پھر بھی آپ وہ آرام، سکون اور تروتازگی حاصل نہیں کر سکتے جو رات کی نیند سے انسان کو ملتی ہے۔ رات کو دیر سے سونا اللہ کے حکم کی خلاف ورزی ہے اور سائنسی لحاظ سے بھی نقصان دہ ہے۔ آج کے دور میں لوگوں میں جگر کی بیماریاں اور دیگر کئی پیچیدہ امراض اسی وجہ سے بڑھ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں جس فطرت پر چلانا چاہتا ہے اس پر ہم چلنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ یہ ہم اپنے اوپر ظلم کر رہے ہیں۔ ذرا سوچئے! اگر ہمیشہ کے لیے دن ہی ہوتا اور رات کی نعمت نہ ہوتی تو انسان کی زندگی کتنی کم رہ جاتی ہے۔

اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ دن کو ختم کر دیتا اور رات کو ہی بناتا تو پھر روشنی کہاں سے آتی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ دن کے وقت ہر چیز روشن ہے۔ بندے بھی متحرک ہیں اور اپنی معاش میں لگ جاتے ہیں۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل فرماتا ہے۔ اس کا دوسرا مفہوم ہے کہ اللہ تعالیٰ دن اور رات کو گھٹاتا بڑھاتا رہتا ہے جس سے موسم جنم لیتے ہیں اور اس سے بھی انسان کو کئی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ گویا انسان شمار نہیں کر سکتا کہ اللہ نے جتنی نعمتیں انسان کے لیے بنائی ہیں۔ بہت بابرکت ہے وہ اللہ جو تمام کائنات کا رب ہے جو بہت بلند، فضل و کرم والا، مالک اور جواد ہے اور جس نے اپنے بندوں کو بے شمار ظاہری اور باطنی نعمتیں عطا کیں۔ آگے فرمایا:

﴿وَهُوَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ⑥﴾ ''اور وہ جانتا ہے اس کو بھی جو سینوں کے اندر ہے۔'' (الحدید:6)

اس سورۃ میں یہاں تیسری مرتبہ اللہ تعالیٰ کی صفت علم پر زور دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ سینوں میں ہے، یعنی اللہ انسان کی نیتوں اور ارادوں سے بھی واقف ہے۔ اس لیے کہ نیت پر ہی سارے کے سارے اعمال کا دارومدار ہوتا ہے۔ اس حوالے سے نبی اکرم ﷺ کی وہ حدیث قابل غور ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ قیامت کے روز سب سے پہلے تین قسم کے افراد کا فیصلہ کیا جائے گا۔ ان میں ایک شہید، ایک عالم اور ایک سخی مال دار شامل ہوگا۔ ان تینوں سے باری باری پوچھا جائے گا کہ تم کیا عمل کر کے لائے ہو۔ شہید کہے گا اے اللہ! میں نے تیری راہ میں جہاد کیا اور شہید ہوا، عالم کہے گا میں نے قرآن سیکھا اور لوگوں کو سکھایا، اسی طرح سخی کہے گا میں نے لوگوں میں مال خرچ کیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ ان تینوں سے باری باری فرمائیں گے کہ تم نے جو کچھ بھی کیا وہ اس نیت سے کیا کہ دنیا میں تمہیں شہید، عالم یا سخی پکارا جائے اور وہ پکارا جا چکا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ تینوں کے بارے میں حکم صادر فرمائیں گے کہ ان تینوں کو منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دو۔

اللہ تعالیٰ انسان کی نیت سے بھی واقف ہے۔ بظاہر دو افراد ایک جیسا کام کرنے والے ہیں لیکن ایک شخص نے وہ کام بہت آسان حالات میں کیا جبکہ دوسرے نے بہت مشکل حالات میں کیا تو دونوں کا اجر یا انجام ایک جیسا نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ اللہ ان سب باتوں سے بخوبی واقف ہے اور اس کے علم کی طرح اس کی قدرت بھی ہر جز اور کل پر محیط ہے، ہر ہر شے میں جاری اور ساری ہے۔ یہ نہیں کہ اللہ تو موجود ہے مگر اس کا علم تو صرف کلیات تک ہے اور جزئیات کو حاوی نہیں ہے۔ اس تصور کی بھی یہاں نفی ہو رہی ہے۔ وہ ہمارے اعمال کا بذات خود چشم دید گواہ ہے۔

اگر اللہ کی حاکمیت کا تصور ذہنوں سے اوجھل ہو جائے تو انسان خود حاکم مطلق ہونے کا دعویدار بن جاتا ہے حالانکہ انسان کا خود حاکم مطلق بن کر بیٹھ جانا ہی اصل فساد کی جڑ ہے۔

قرآن مجید میں ہر خاص مضمون دو دفعہ آیا ہے۔

سورۃ لقمان میں فرمایا:

''کیا تم دیکھتے نہیں کہ اللہ رات کو پرولاتا ہے دن میں اور دن کو پرولاتا ہے رات میں؛ اور اُس نے مسخر کر دیا ہے سورج اور چاند کو۔ یہ سب کے سب چل رہے ہیں ایک وقت معین تک کے لیے؛ اور یہ کہ اللہ باخبر ہے اُس سے جو تم کر رہے ہو۔'' (آیت:29)

یہ ساری ریکارڈنگ ہمارے اوپر اتمام حجت کے لیے ہے۔ کل اگر کوئی انسان کہے کہ یا اللہ! میں نے تو ایسا نہیں کیا، خواہ مخواہ شاید کسی نے غلط رپورٹنگ کر دی ہے تو اللہ اس کا سارا ریکارڈ گویا سکرین پر چلا دیں گے جس میں انسان کے صرف ظاہری اعمال ہی نہیں بلکہ جو کچھ باطن میں ہے وہ بھی سامنے آجائے گا۔ جب اس نے فرمایا ہے کہ:

﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ④﴾ (الحدید) ''اور تم جہاں کہیں بھی ہوتے ہو وہ تمہارے ساتھ ہوتا ہے۔ اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔''

جب وہ ہر وقت ہمارے ساتھ ہوتا ہے تو پھر کیسے ممکن ہے کہ ہمارا کوئی عمل، ہماری نیت اور ہمارا خیال اس سے پوشیدہ رہ سکے۔

سورۃ فاطر کے اندر فرمایا:

﴿يُولِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۙ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ڮ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۭ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ⑬﴾

''وہ داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور داخل کرتا ہے دن کو رات میں اور اُس نے مسخر کیا ہے سورج اور چاند کو۔ ہر چیز چل رہی ہے ایک معین وقت تک۔ یہ اللہ ہے تمہارا رب! کل بادشاہی اُسی کی ہے۔ اور جنہیں تم پکارتے ہو اُس کے سوا وہ ایک ذرہ بھر اختیار نہیں رکھتے۔''

اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس کے بندے اس طرح کی توحید اختیار کریں جو صرف زبانی اقرار پر مشتمل نہ ہو بلکہ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں عملی طور پر بھی اس کو اختیار کریں۔

یہاں تک سورۃ الحدید کی چھ آیات کا مطالعہ مکمل ہوا جن میں ذات وصفات باری تعالیٰ کا بیان بہت سے مختلف پہلوؤں کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے اور بعض اعتبارات سے اعلیٰ ترین علمی سطح پر یہ بیان یہاں آیا ہے۔ کسی انسان کے لیے ممکن نہیں ہے کہ ان آیات میں جو مضامین آئے ہیں ان کا مکمل طور پر احاطہ کر سکے۔ تاہم جو بھی ہماری طرف سے کوشش ہے اللہ اس کو قبول فرمائے اور اللہ ہمیں توفیق دے کہ ہم اپنے اعمال کو اس کے مطابق استوار کریں۔ آمین!

❁❁❁

انجینئر مختار فاروقی
0301-6998587
Email:hikmatbaalgha@yahoo.com

خطاب بہ جاوید

36

سخنے بہ نژادِ نو
نئی نسل سے کچھ باتیں

117 اول اندر نار خود سوزد ترا | باز سلطانی بیاموزد ترا

(اے پسر! اگر تو زندگی میں کسی اہلِ دل کو پالے تو) یہ شخص تجھے پہلے (نفسِ امارہ اور نفسِ لوامہ کو نکیل ڈال کر) اپنی ذات میں جہاد مع النفس کے مراحل سے گزارے گا اور بعد ازاں تجھے (کائنات کی قوتوں پر) حکمرانی اور سلطانی سکھائے گا

118 ما ہمہ با سوز او صاحب دلیم | ورنہ نقش باطل آب و گلیم

ایسے صاحبِ دل لوگوں کے طفیل ہی ہم اپنے اندر دین کا درد محسوس کرتے ہیں صاحبِ دل شمار ہوتے ہیں ورنہ انسان (اس معرفتِ خدا اور معرفتِ حق کے بغیر) تو صرف مٹی و پانی پر جلد مٹنے والے نقوش کی طرح ہیں

119 ترسم ایں عصرے کہ تو زادی دراں | در بدن غرق است و کم داند ز جان!

اے جانِ پدر! مجھے اندیشہ ہے کہ اس زمانے (دجالی دور) میں جب تو نے وجود (APPEARANCE) پایا ہے یہ دور مادیت پرستی (جسمانی تقاضوں) میں (ہمہ تن) غرق ہے اور ماورائی حقیقت (خودی، REALITY) اور رُوح سے نابلد ہے

117۔ یہ پیغمبر اسلام اور ہمارے آقا سیدنا محمد ﷺ ہیں جو کائنات میں اہل ایمان یعنی اہل دل کے 'سراجِ منیر' ہیں اور ان کی شعاع سے ہی اہل دل کے دل صحیح انداز میں صحیح سمت میں اور زمانے کے ٹائم فریم میں دینی تقاضوں کے مطابق صحیح حرکت کرتے ہیں۔ انہی اہل دل میں سے اے پسر! اگر تو کسی کو پالے تو کیا کہنے! ایسے صاحب نظر لوگ انسانوں کو اپنے اندر کی ہوسناکی اور شرکی منہ زور قوت (نفس امارہ) کی آگ کو قابو کرنے اور کنٹرول کرنے کی تربیت دیتے ہیں۔ دوسری اصطلاح میں جہاد مع النفس کے مراحل سے گزارتے ہیں اگر انسان اس طرح قیام اللیل، صبر محض (PASSIVE RESISTING) اور سمع و طاعت (LISTEN & OBEY) کے ذریعے اپنے اندرونی EROTIC جذبات پر قابو پالے تو یہ انسان، حقیقی انسان کہلانے کا مستحق ہے۔ اس کو علامہ اقبال دوسری جگہ فرماتے ہیں: بانشہ دُرویشی درساز و دمادم زن۔ اس طرح کی سیرت و کردار کے لوگ میسر آجائیں تو انہی لوگوں کو سلطانی، حکومت، خلافت اور انقلاب اسلامی کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے گویا اب اقدام کے مراحل سے گزر کر حکومت الٰہیہ قائم ہوجاتی ہے سلطانی اور خلافت ایسے لوگوں کا حق ہے اور یہ اُن کے قدم چومتی ہے۔ بقول اقبال ''چوں پختہ شوی خودرا برسلطنت جم زن'' کا مرحلہ آجاتا ہے اور اہل دل ہی اس مرحلہ پر کامیاب وکامران ہوتے ہیں۔☆

118۔ یہی انبیاء کرام علیہم السلام کی تعلیمات ہیں۔ ان کے سورج کی شعاعوں کا اثر ہے کہ ہم بھی اپنے نفسانی و جبلی تقاضوں کو دبانا سیکھ گئے ہیں اور صاحب دل شمار ہوتے ہیں وگرنہ (مغربی تصورات میں ڈارون، فرائڈ میڈوگل، وٹژار پال سائرے وغیرہ کے زیر اثر) مغربی تعلیمات سے بہرہ وَر ہونے کے بعد انسان صرف آب و گل کا پتلا (مادی حیوان یا ترقی یافتہ حیوان) ہی شمار کیا جاسکتا ہے۔ ہماری مثال مٹی اور پانی سے بن کر جلد مٹنے والے نقوش کی طرح ہے۔

119۔ اے جانِ پدر! میں آج کے انسان بالخصوص نوجوانوں کے مستقبل کے بارے میں خوف زدہ ہوں کہ وہ جس ماحول میں پیدا ہوئے ہیں یہ عصر حاضر مادیت پرستی اور خدا بے زاری وحی دشمنی کا دور ہے اس میں حیاء، شرم وزندہ دلی اور ضمیر یا CONSCIENCE کا تذکرہ اَنمل بے جوڑ بات ہے۔ آج کی مغربی بالادست تہذیب اور اس کے افکار اپنے ضمیر اور خودی کو کھو کر اور انسانیت کے اعلیٰ مقام سے گر کر محض حیوان اور بطن و فرج کی پجاری بن کر رہ گئی ہے۔ علامہ اقبال نے فرمایا ہے:

فسادِ قلب و نظر ہے فرنگ کی تہذیب
کہ روح اس مدنیت کی رہ سکی نہ عفیف
رہے نہ روح میں پاکیزگی تو ہے ناپید
ضمیرِ پاک و خیالِ بلند و ذوقِ لطیف

آج کی مغربی تہذیب کے ادبی لٹریچر میں حقیقتاً ذوقِ لطیف، بلند خیال اور ضمیر (خودی) کی تلاش کارِ عبث (EXERCISE IN FUTILITY) سے زیادہ نہیں ہے اور مغربی انسان ڈارون کا انسان بن کر رہ گیا ہے جو بندروں کی تہذیب، اخلاق، معاشرتی آداب (MANNERS) اور تربیت اولاد جیسے کام سیکھ کر عام کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

☆ قرآن مجید میں حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ موجود ہے کہ وہ نفسانی خواہشات اور نفس امارہ کے تقاضے دبانے میں کامیاب ہوئے تو کچھ عرصے بعد سلطانی وحکومت ان کے قدموں میں تھی۔

مشرق وسطیٰ کے کئی مسلم ممالک کو تباہ کرنے کے بعد اب امریکہ ایران اور سعودی عرب کے درمیان جنگ چاہتا ہے تاکہ یہ ممالک بھی کمزور ہو کر بکھر جائیں اور اس طرح گریٹر اسرائیل کا راستہ ہموار ہو سکے: ایوب بیگ مرزا

ایران و عرب سمیت اس خطے کے مسلمانوں کو اب یہ احساس ہو رہا ہے کہ یہاں بدامنی کی اصل وجہ دوسری طاقتوں کا عمل دخل ہے۔ اُمید ہے کہ یہ احساس مزید گہرا ہو گا اور مسلمان ایک دوسرے کے قریب آنے کی اجتماعی کوشش کریں گے۔ بریگیڈیئر (ر) غلام مرتضیٰ

امریکہ ایران نورا کشتی قسط 2 کے موضوع پر

حالاتِ حاضرہ کے منفرد پروگرام " زمانہ گواہ ہے " میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہارِ خیال

میزبان: وسیم احمد

سوال: آپ نے 7 جنوری کو اِسی فورم پر یہ انکشاف کیا تھا کہ ایران جوابی حملہ اِس طرح کرے گا کہ امریکہ کا کوئی جانی نقصان نہ ہو۔ ایسا ہی ہوا۔ آپ کے پاس کیا معلومات تھیں جن کی بنیاد پر آپ نے یہ کہا تھا؟

ایوب بیگ مرزا: میں سمجھتا ہوں کہ ایسا انکشاف کرنا کوئی بہت بڑا کارنامہ نہیں تھا جن لوگوں کی امریکہ اور ایران کے گزشتہ نصف صدی کے تعلقات پر نظر ہے وہ اس گیم کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ جب سے اسرائیل سامنے آیا ہے تو یہ اندازہ لگانا بڑا آسان ہے کہ امریکہ کی ساری پالیسی اسرائیل کے تحفظ کے گرد گھومتی ہے بلکہ اب تو امریکہ کو امریکہ کی حفاظت کی اتنی پروا نہیں ہے جتنی اسرائیل کے تحفظ کی پروا ہے۔ اب آگے گریٹر اسرائیل کے قیام کا مرحلہ قریب ہے جس کے لیے انہوں نے باقاعدہ کام شروع کر دیا ہے۔ اس مرحلے میں مشرق وسطیٰ کی مسلم ریاستوں کے مزید حصے بخرے کرنے کا پروگرام ہے۔ اگرچہ ایران اور عراق کی سرحدیں آپس میں ملتی ہیں لیکن ایران مشرق وسطیٰ میں شمار نہیں ہوتا جبکہ عراق مشرق وسطیٰ میں آتا ہے۔ اسرائیل نے ہی امریکہ کو یہ پالیسی دی تھی کہ مشرق وسطیٰ کی تمام ریاستوں کی طاقت ختم کر دی جائے۔ لہٰذا عراق کا ستیاناس کیا گیا، شام کو تباہ و برباد کیا گیا، اسی طرح مصر اور دیگر پڑوسی ریاستوں میں بھی پراکسیز کے ذریعے کنٹرول مضبوط کیا گیا۔ اگلے مرحلے میں اب امریکہ گریٹر اسرائیل کے قیام کے لیے ان ریاستوں کو مزید کمزور کرنا چاہتا ہے۔ اس کے لیے سعودی عرب اور ایران میں سرد جنگ شروع کروائی گئی۔ یہ دونوں پہلے ہی یمن اور شام وغیرہ میں پراکسی وار لڑ رہے ہیں۔ لیکن اب امریکہ چاہتا ہے کہ سعودی عرب اور ایران کھلم کھلا جنگ کریں تاکہ ایران بھی کمزور ہو اور سعودی عرب کے بھی ٹکڑے ہوں اور امریکہ کو اپنی طاقت استعمال نہ کرنی پڑے۔

سوال: اس لحاظ سے دیکھیں تو ایران پر سعودی عرب کو حملہ کرنا چاہیے تھا جبکہ بجائے اس کے امریکہ نے حملہ کر کے ایرانی جنرل کو ہلاک کر دیا۔ پھر یہ سعودی عرب اور ایران کی جنگ تو نہ ہوئی؟

مرتب: محمد رفیق چودھری

ایوب بیگ مرزا: جب ایران میں انقلاب آیا تھا تو اگرچہ اس وقت مرگ بر امریکہ اور شیطان بزرگ امریکہ کے نعرے لگ رہے تھے لیکن میں وثوق سے کہتا ہوں کہ اس وقت بھی انقلاب کے پیچھے امریکہ تھا کیونکہ وہ ایران میں ایک ایسی حکومت چاہتا تھا جو مذہبی اور نظریاتی لحاظ سے عربوں کی مخالف ہو تاکہ ایران و عرب کے درمیان کے ایک clash کی شروعات کی جا سکے۔ آپ اس کی پلاننگ دیکھئے کہ ایک طرف وہ سعودی عرب کا حلیف بنا رہا اور دوسری طرف ایران میں ایسی حکومت لے آیا جو بظاہر امریکہ مخالف تھی اور مرگ بر امریکہ کے نعرے لگا رہی تھی۔ اس کے بعد امریکہ نے میڈیا کے ذریعے عرب کو ڈراوہ دکھلایا کہ ایران کے پاس بہت اسلحہ اور طاقت ہے اور اس طرح امریکہ نے اپنا اسلحہ بیچ کر عربوں کو خوب لوٹا۔ اب امریکہ کا پلان یہی ہے کہ ایران و عرب کو باقاعدہ لڑا دیا جائے تاکہ ان کی آبادی اور وسائل کم ہوں۔ جتنی دھمکیاں امریکہ نے ایران کو دی ہیں اتنی دھمکیاں تو اس نے ان ممالک کو نہیں دیں تھیں جن کو اس نے تباہ و برباد کیا۔ ایران کو صرف زبانی دھمکیاں دیں اور آج تک اس کی سرزمین پر کوئی کارروائی نہیں کی۔ حالیہ واقعات میں امریکہ اور ایران کا یہ ڈراما کھل کر سامنے آیا۔ ایران نے امریکی اڈوں پر میزائل داغے لیکن امریکہ کا کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔ میں نے پچھلے پروگرام میں یہی کہا تھا کہ امریکہ کا کوئی جانی نقصان نہیں ہوگا۔ ایران نے میزائل داغنے کے بعد دعویٰ کیا کہ ہم نے امریکہ کے 80 فوجی مار دیے ہیں لیکن جب سچائی دنیا کے سامنے آ گئی تو پھر مؤقف بدلا کہ فوجی مارنا ہمارا مقصد ہی نہیں تھا۔ معلوم ہوا کہ ایران نے اپنے عوام کو مطمئن کرنے کے لے یہ کارروائی کی اور میں وثوق سے کہتا ہوں کہ اس تمام کارروائی سے پہلے پس پردہ امریکہ اور ایران کے درمیان باقاعدہ مذاکرات ہوئے ہوں گے۔

سوال: پاکستانی وزیر خارجہ شاہ محمود قریشی نے امریکہ ایران کشیدگی کو کم کرنے کے لیے سعودی عرب اور ایران کا دورہ کیا ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے پاکستانی حکومت کی یہ کوشش کس حد تک کامیاب ہوگی؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: ہمارے وزیر خارجہ نے دونوں ممالک کا دورہ ضرور کیا ہے لیکن پاکستان اس پوزیشن میں نہیں ہے کہ وہ دونوں ملکوں کے درمیان امن یا بھائی چارہ قائم کر سکے گا۔ پاکستان خود کو اس جنگ سے دور رکھنے کے لیے معذرت خواہانہ کوششیں کر رہا ہے۔ جیسے امریکہ سے بھی کہا کہ ہم اس جنگ میں کسی کا ساتھ نہیں دیں گے، ہم امن کے ساتھ ہیں۔ مجھے نہیں لگتا کہ وہ کوئی صلح کرا سکے گا کیونکہ پاکستان نے اس طرح کی کوششیں پہلے بھی کی ہیں۔ پہلے تو پاکستان کی پوزیشن بھی اس حوالے سے بہت بہتر تھی۔ جس زمانے میں ایران عراق جنگ جاری تھی اس وقت جنرل ضیاء الحق نے ان کے درمیان

مصالحت کرانے کی کوشش کی تھی اور اس کے لیے باقاعدہ او آئی سی نے جنرل ضیاء الحق کو یہ ٹاسک دیا تھا۔لیکن اس وقت بھی اس کا خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلا تھا۔حقیقت میں دیکھا جائے تو ایران ابھی تک اپنی پرانی سوچ سے باہر نہیں نکل سکا۔اس نے قدیم فارسی ذہنیت کو ہی اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا ہوا ہے اور وہ ہر چیز کو اسی تناظر میں دیکھتا ہے کہ ہمارا فارس اتنا عظیم تھا۔حضرت عمر فاروق ؓ کے زمانے میں فارس میں اسلام آ گیا تھا لیکن انہوں نے عربوں کی سپرمیسی کو کبھی قبول نہیں کیا۔پھر خلافت عثمانیہ قائم ہوئی تو تمام عرب ریاستیں اس میں شامل تھیں۔ہندوستان کے بادشاہ بھی خلافت عثمانیہ سے اپنے آپ کو جوڑتے تھے اور اس سے راہنمائی بھی لیتے تھے۔لیکن فارس نے اس وقت بھی اپنی الگ حیثیت کو باقی رکھنے کی کوشش جاری رکھی۔یعنی عرب وعجم کی کشمکش صدیوں پرانا مسئلہ ہے۔لہٰذا اس طرح کی سفارتی کوششوں سے یہ مسئلہ حل ہونے والا نہیں ہے۔اب تو ایران اور سعودی عرب کے درمیان مصالحت میں خود امریکہ بھی رکاوٹ بن چکا ہے۔لہٰذا پاکستان کی امن کے لیے کوششیں بہت اچھی ہیں، اللہ کرے کہ وہ ان کوششوں میں کامیاب ہو لیکن بظاہر یہ ممکن نہیں ہے۔

سوال: ایران نے میزائل حملے کے ذریعے یوکرائن کے مسافر طیارے کو تباہ کیا اور سراسر غلط بیانی سے کام لیتے ہوئے یہ اعلان کر دیا کہ طیارہ کریش ہوا ہے۔اس حوالے سے عالمی ردعمل سے ایران کیسے نکل پائے گا؟

ایوب بیگ مرزا: ایران نے شروع میں کہا کہ یہ طیارہ فنی خرابی کی وجہ سے گرا ہے۔حالانکہ ایران نے اگر مار گرایا تھا تو اسے زیادہ بہتر معلوم تھا لیکن ایران نے غلط بیانی سے کام لیا۔اس سے یقیناً ایران کی پوزیشن خراب ہوئی ہے۔اصل میں جہاں بھی جنگ ہوتی ہے یا جنگ کے امکانات ہوتے ہیں تو ایئر اسپیس بند کر دیے جاتے ہیں۔جبکہ ایران نے ایسا نہیں کیا۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایران کی قیادت کو پہلے سے کلیئر تھا کہ کوئی جنگ یا فضائی حملہ نہیں ہوگا لیکن نچلی سطح پر یہ بات نہیں بتائی گئی تھی جس کی وجہ سے نچلی سطح پر ایک بدحواسی کے عالم نے یہ کارنامہ کر دکھایا کہ ایک جہاز نظر آیا تو اس پر میزائل داغ دیا گیا۔اس جہاز میں کینیڈا، یوکرائن اور خود ایران کے لوگ سوار تھے۔یہ حادثہ ایران کو بہت زیادہ مہنگا پڑے گا۔حالانکہ سب جانتے ہیں کہ یہ غلطی سے ہوا ہے۔

سوال: عرب ممالک اور ایران کے درمیان پائی جانے والی کشیدگی کا خاتمہ اور دیرپا امن کیسے ممکن ہے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: ایران اور عربوں کی مخاصمت بہت پرانی ہے۔دوسری طرف امریکہ گریٹر اسرائیل کے لیے مشرق وسطیٰ میں براجمان ہے اور اسرائیل باقاعدہ اس کو تھپکی دے رہا ہے۔یہ دونوں میڈیا کے ذریعے ایران و عرب کی اس دشمنی کو بڑھا چڑھا کر پیش کر رہے ہیں۔البتہ مسلمان ممالک کو چاہیے کہ وہ اس میں کردار کریں۔حالیہ دنوں ملائیشیا میں کانفرنس ہوئی جس میں ملائیشیا اور ترکی کافی سرگرم تھے۔اب کسی ایسے فورم کی ضرورت ہے جس میں تمام مسلمان ممالک ایک پلیٹ فارم پر اکٹھے ہوں اور دشمن کی اس سازش کو سمجھنے کی کوشش کریں کہ مغرب ہمیں آپس میں لڑا کر کمزور کر رہا ہے اور ہمیں استعمال کر کے اپنے مفادات حاصل کرنا چاہتا ہے۔

> ایران اور سعودی عرب کے درمیان مصالحت میں امریکہ اصل رکاوٹ ہے۔لہٰذا حکومت پاکستان کی مصالحت کی کوشش کامیاب ہوتی دکھائی نہیں دیتی۔

ایوب بیگ مرزا: میں سمجھتا ہوں کہ سعودی عرب اور ایران دونوں اس بات کو سمجھ گئے ہیں کہ امریکہ کیا چاہتا ہے۔اگرچہ دونوں کی بہت مجبوریاں ہیں اور سب سے بڑی مجبوری ہی کمزوری ہوتی ہے۔اپنی انا بھی ہے اور کمزوری بھی ہے۔جب سعودی آئل تنصیبات پر حملہ ہوا تو امریکہ نے بڑا شور مچایا کہ یہ حملہ ایران نے کیا ہے۔ظاہر ہے اس نے سعودی حکومت کو ایران کے خلاف خوب اُکسایا ہوگا لیکن سعودی حکومت ٹس سے مس نہیں ہوئی۔اس وقت بھی پاکستانی فوجی قیادت نے سعودی قیادت سے رابطہ کیا اور انہیں سخت اقدام کرنے سے روکا تھا۔حالیہ واقعہ جو ہوا اس میں بھی سعودی عرب نے ایران کے خلاف کوئی بیان نہیں دیا۔قاسم سلیمانی کی امریکہ کے ہاتھوں ہلاکت کے پس پردہ وجوہات بھی اب یہ سامنے آ رہی ہیں کہ وہ اب سعودی عرب اور ایران کو قریب لانے کے مشن پر گامزن ہو چکا تھا۔اس سے یہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ اب سعودی عرب اور ایران دونوں امریکہ کی چال کو سمجھ گئے ہیں۔لیکن سعودی عرب کی بہت مجبوریاں ہیں کیونکہ اس کے اندر امریکہ داخل ہو چکا ہے اور اسے اب نکالنا بہت مشکل ہے۔اسی لیے تو ٹرمپ نے بالکل درست کہا تھا کہ ہمارے بغیر سعودی حکومت پندرہ دن نہیں چل سکتی اور یہی مصیبت ہے کہ مسلمان حکمرانوں کے نزدیک سب سے اہم ترین معاملہ قومی وملی نہیں بلکہ اپنا اقتدار ہے اور یہی کمزوری راستہ نہیں بنانے دیتی۔البتہ دونوں اب اتنا ضرور سمجھ گئے ہیں کہ ہماری آپس کی لڑائی کا کوئی فائدہ نہیں ہے بلکہ اس کا دونوں کو نقصان ہوگا۔اللہ کرے کہ دونوں صلح کی طرف آگے بڑھیں اور کامیاب ہوں۔اس میں دوسرے مسلمان ممالک کو چاہیے کہ وہ ان دونوں کے درمیان صلح کرانے میں تعاون کریں۔پاکستان کی کوششیں ہیں لیکن پاکستان کمزور اور ناتواں ہے اور وہ کسی جنگ کی حمایت نہیں کرے گا۔اگر ترکی اور ملائیشیا بھی تعاون کریں تو ان کی صلح ہو سکتی ہے۔

سوال: کیا ایران اور سعودی عرب کی موجودہ رجیم کے ہوتے ہوئے ان دونوں کے درمیان کشیدگی کا خاتمہ ہو سکتا ہے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: اس خطے میں جہاں بھی حکومت کو گرایا گیا تو بعد میں کوئی مستحکم حکومت نہیں بنی اور انتشار زیادہ پیدا ہوا ہے۔عراق، لیبیا، شام کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔امریکہ ویسے تو پوری دنیا میں پولیس مین بنا ہوا ہے لیکن خاص طور پر اس خطے میں وہ چاہتا ہے کہ ہر حکومت اس کی مرضی کی ہو۔سعودی عرب کے حکمران بھی امریکہ کو راضی کرنے کے لیے اپنی پرانی پالیسی کو تبدیل کرتے جا رہے ہیں۔اصل میں جب تک ان حکومتوں کو یہ احساس نہ ہو کہ ہمیں لڑایا جا رہا ہے اور اس سے نقصان ہمارا ہی ہو رہا ہے اس وقت تک وہ امریکہ کی دوستی سے بیزار نہیں ہوں گی۔اب ان کو آہستہ آہستہ سمجھ آ بھی رہی ہے۔عراق بھی چاہ رہا ہے کہ امریکہ یہاں سے نکل جائے لیکن امریکہ اپنی مرضی سے نکلے گا۔اس خطے کے عوام اور حکمرانوں میں یہ احساس بڑھتا جا رہا ہے کہ یہاں امن قائم نہ ہونے کی اصل وجہ دوسری طاقتوں کا عمل دخل ہے اور ہم ان کے ہاتھوں کھلونے بنے ہوئے ہیں۔امید ہے کہ یہ احساس مزید مضبوط ہوگا اور مسلمان ایک دوسرے کے قریب آنے کی اجتماعی طور پر کوشش کریں۔

ایوب بیگ مرزا: یہ بھی پیش نظر رہنا چاہیے کہ امریکہ اور اسرائیل ایران اور سعودی عرب کی صلح کی کوششوں میں بہت رکاوٹیں ڈالیں گے اور جتنی یہ کوششیں تیز ہوں گے وہ بھی اتنی ہی تیزی کے ساتھ انتشار پھیلانے کی کوشش کریں گے۔امریکہ نے ایک آدمی (قاسم سلیمانی) کو برداشت نہیں کیا حالانکہ اس آدمی نے عراق اور افغانستان میں امریکہ کا ساتھ دیا تھا۔لیکن امریکہ نے جب دیکھا کہ وہ اُس کی

بنیادی پالیسی کے خلاف جارہا ہے تو اس کو مار دیا۔

سوال: امریکہ کو آخر مسلم ممالک سے کیا دشمنی ہے؟

ایوب بیگ مرزا: امریکہ سپر پاور کی حیثیت سے دوسری جنگ عظیم کے بعد اُبھرا اور یہ سرمایہ دارانہ نظام کا علمبردار تھا۔اس کے مقابلے میں سوویت یونین کمیونزم کی سرپرستی کر رہا تھا جبکہ تیسرا نظام یعنی اسلام ایک نظریاتی خطرے کے طور پر موجود تھا۔لہٰذا امریکہ نے مدمقابل ان دونوں نظاموں سے لڑنے کا فیصلہ کیا۔چونکہ سوویت یونین ایک بے خدا، مذہب دشمن ریاست تھی لہٰذا اس کے خلاف مسلمانوں کو اُبھارا اور خود ان کی پشت پناہی کی۔افغانستان میں سوویت یونین کو شکست ہوئی اور وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔اس کے بعد امریکہ نے دوسرے نظام یعنی اسلام کے حامیوں سے نمٹنے کا فیصلہ کیا اور نائن الیون کا ڈرامار چا کر مسلمانوں کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔مسلمان ممالک کمزور ہیں کیونکہ ان کے پاس ٹیکنالوجی نہیں ہے البتہ مسلمانوں کے پاس نظریہ ہے، نظام ہے۔امریکہ کا سرمایہ دارانہ نظام کیونکہ ایک استحصالی نظام ہے لہٰذا اسلام کے عادلانہ نظام سے وہ خطرہ محسوس کر رہا ہے۔پھر پوری دنیا میں تقریباً دوارب مسلمان ہیں اور ان کے 58 اسلامی ممالک ہیں۔لہٰذا امریکہ ان کو اپنے سرمایہ دارانہ نظام اور اپنے بغل بچہ اسرائیل دونوں کے لیے خطرہ سمجھتا ہے۔اس وقت ان کا پلان یہ ہے کہ دنیا کو اپنی مکمل گرفت میں لینے کے لیے لازم ہے کہ پہلے مسلمانوں کو ختم کیا جائے۔وہ ختم ہو جائیں تو اسلامی نظریہ بھی خود بخود ختم ہو جائے گا۔میں سمجھتا ہوں کہ وہ بالکل درست سمجھتا ہے۔کیونکہ اسلام کا نظام عادلانہ ہے اور پھر مسلمانوں میں جذبہ بھی ہے۔اگر کل مسلمان ٹیکنالوجی میں بھی ترقی کرتے ہیں تو سرمایہ دارانہ نظام کی گردن پر ہاتھ اسلام ہی ڈالے گا یعنی مسلمان ہی ڈالیں گے۔ان شاءاللہ!اس حوالے سے ان کا اصل ٹارگٹ پاکستان ہے۔افغانستان پر حملے کا اصل مقصد ہی پاکستان کو نشانہ بنانا ہے۔عین ممکن ہے جس طرح انہوں نے عراق میں قاسم سلیمانی کو مارا اسی طرح کا واقعہ وہ پاکستان میں بھی کر سکتے ہیں۔کیونکہ گریٹر اسرائیل کے راستے میں پاکستان چٹان بن چکا ہے۔اس لیے کہ یہ ایٹمی پاکستان ہے اور اس کے جوہری میزائلوں کی رینج اسرائیل تک ہے۔

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: اس وقت بظاہر امریکہ چین کے گرد گھیرا تنگ کرنے کی کوشش کر رہا ہے اور اس حوالے سے پاکستان پر پریشر بھی ہے کہ سی پیک میں نہ جائے۔لیکن بنیادی طور پر اسے مسلمانوں اور اسلام سے خطرہ ہے۔حالانکہ مسلمان بہت کمزور ہیں، اٹھاون ممالک ہونے کے باوجود ان میں اتحاد کا فقدان ہے لیکن وہ پھر بھی اسلام سے ڈرتے ہیں کہ اگر یہ کہیں متحد ہو گئے تو یہ ہمارے لیے بہت بڑا خطرہ ہیں۔اسلامی نظام کے معاملے میں چین، روس اور امریکہ ایک پیج پر ہیں۔اسلام کے خلاف ان کی پالیسی ایک ہے۔پھر امریکہ کی ساری اکانومی کا دارومدار اسلحہ کی فروخت پر ہے۔اگر دنیا میں جنگیں ختم ہو جائیں اور امن ہو جائے تو امریکہ معاشی لحاظ سے بہت کمزور ہو جائے گا۔لہٰذا امریکہ کے اقتصادی مفادات اس سے وابستہ ہیں کہ کہیں نہ کہیں جنگ لگی رہے تاکہ ملٹی نیشنل کارپوریشنز ترقی کرتی رہیں۔

سوال: بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ نے ایک تجویز دی تھی کہ پاکستان، ایران اور افغانستان پر مشتمل ایک بلاک (PIA) قائم ہونا چاہیے۔کیا یہ تجویز دور حاضر میں ممکن ہے؟

> تمام مسلمان ممالک ایک پلیٹ فارم پر اکٹھے ہوں اور دشمن کی اس سازش کو سمجھنے کی کوشش کریں کہ مغرب ہمیں آپس میں لڑا کر کمزور کر رہا ہے اور ہمیں استعمال کر کے اپنے مفادات حاصل کرنا چاہتا ہے۔

ایوب بیگ مرزا: ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ کے امریکہ کے بارے میں جو خیالات تھے وہ آج بالکل درست ثابت ہو رہے ہیں۔جب انہوں نے یہ تجویز پیش کی تھی تو وہ زمانہ تھا آر سی ڈی کا جس میں پاکستان، ایران اور ترکی شامل تھے اور یہ تینوں امریکہ کے دم چھلے تھے۔اس وقت ڈاکٹر صاحب نے ترکی کو نکال کر افغانستان کو شامل کرنے کی تجویز دی تھی تاکہ کسی طرح آہستہ آہستہ امریکہ سے فاصلہ قائم کیا جا سکے۔کیونکہ ڈاکٹر صاحب امریکہ کی پالیسی کو اس علاقے کے لیے بہت ہی مضر سمجھتے تھے۔لیکن اب حالات بہت بدل چکے ہیں۔اس وقت ہم ترکی، ملائیشیا اور کسی حد تک سعودی عرب کے بغیر کوئی اتحاد نہیں بنا سکتے۔اگر ان ممالک کو ہم نے بیچ میں سے نکال دیا تو کوئی مضبوط اتحاد نہیں بن سکے گا۔

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: افغانستان میں بھی کوئی مضبوط حکومت قائم نہیں ہے۔ابھی طالبان کے ساتھ امریکہ کے مذاکرات چل رہے ہیں۔شاید وہ کسی نتیجے پر پہنچ سکیں۔پاکستان کا ایران کے ساتھ اگر اتحاد نہ بھی ہو تب بھی کوئی مخاصمت نہیں ہونی چاہیے۔وزیر خارجہ نے اسی لیے ایران کا دورہ کیا تھا کیونکہ امریکہ نے پاکستان سے مدد طلب کی تھی تو جواب میں پاکستان نے کہا تھا کہ وہ جنگ کے بجائے امن کا خواہاں ہے۔سعودی عرب سے پاکستان کے بہت اچھے تعلقات ہیں۔لہٰذا اس صورت حال میں پاکستان کسی کی پارٹی نہیں بنے گا۔بہر حال ہمارے ایران کے ساتھ سفارتی تعلقات بہت بہتر ہونے چاہئیں۔میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان، ترکی، ملائیشیا، ایران اور سعودی عرب کا ایک بلاک بننا چاہیے کیونکہ مسلم ممالک میں بڑے ممالک یہی ہیں۔باقی تمام مسلمان ممالک ان کی طرف دیکھتے ہیں۔اگر یہ اکٹھے ہو جائیں گے تو باقی بھی اس بلاک میں آجائیں گے۔مسلم ممالک کا ایک بلاک وقت کی ضرورت ہے اس کے بغیر مسلمانوں کے مسائل حل نہیں ہوں گے۔

قارئین پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

ضرورت رشتہ

☆ بیٹی، عمر 36 سال، تعلیم بی اے، مطلقہ (ساتھ 2 بچے، عمریں ساڑھے چھ سال، ساڑھے چار سال) شرعی پردے کی پابند کے لیے دینی مزاج کے حامل، برسرروزگار شخص کا رشتہ درکار ہے جو بچوں کو بھی بخوشی قبول کرے۔

برائے رابطہ: 0321-4338670

☆ جھنگ میں رہائش پذیر رفیق تنظیم کو اپنے دو بیٹوں، عمر 26 سال، زیر تعلیم پی ایچ ڈی انجینئرنگ اِن اٹلی، عمر 24 سال، زیر تعلیم اِن سپین بارسلونا کے لیے دینی مزاج کے حامل ترجیحاً ڈاکٹر لڑکیوں کے رشتے درکار ہیں۔

برائے رابطہ: 0321-6500841
0345-6500841

☆ بیٹا، رفیق تنظیم، عمر 27 سال، انجینئر، نکاح کے 3 ماہ بعد رخصتی کے بغیر طلاق۔صرف لاہور اور اس کے گردونواح میں رہنے والے رابطہ کریں۔

برائے رابطہ: 0323-1435584

سیاست کے پیشوا

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

فرنگی سیاست پر اقبالؒ نے ایک صدی پہلے جو کچھ کہا وہ آج نہ صرف بصورت ٹرمپ اور بورس جانسن مغرب میں حرف بہ حرف صادق آ رہا ہے، پاکستان میں لنڈے کی جمہوریت سے بھی بدبو کے بھبھکے اٹھ رہے ہیں۔ ایوب خان کے دور میں جو فوجی بوٹ تلے کنٹرولڈ (محکوم) جمہوریت کہلائی اب وہ بدترین شکل میں آئے دن بدمزہ کر رہی ہے۔ حال ہی میں سیاسی کھینچا تانی میں پیش آنے والا واقعہ اس کا عکاس ہے۔ فیصل واوڈا، ممبر اسمبلی، وزیر آبی وسائل ہیں۔ نیٹ پر موجود پروفائل کے مطابق امریکی پاکستانی ہیں۔ کامیاب بزنس مین، ایک لبرل تعلیم یافتہ 'نفیس' خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان پڑھ دیہاتی نہیں ہیں۔ تاہم مروّجہ سیاسی مزاج کے تحت فوجی بوٹ تھیلے میں ڈال کر نجی چینل کے پروگرام میں چلے آئے۔ اپوزیشن کو نیچا دکھانے کے شوق میں بوٹ نکال کر شرکاء کا منہ چڑاتا جوتا میز پر دھر دیا۔ (اگرچہ ہمیشہ کی طرح چمکتا ہوا بوٹ تھا) بقول وزیر موصوف کے ن لیگ نے ووٹ کی جگہ بوٹ کو عزت دی، ترمیمی بل کے حق میں ووٹ دے کر۔ یہ بھی غنیمت ہے کہ فوجی بوٹوں کا جوڑا نہیں اٹھا لائے۔ شاید اس لیے بھی کہ موجودہ نظام میں دوسرا بوٹ نہیں پشاوری چپل ہے خان صاحب کی! تاہم اس سیاست نے ان کی جمہوریت کو شرمسار کر دیا۔ اقبال نے جو اس نظامِ سیاست کو ''دوں نہاد و مردہ ضمیر'' (کم اصل، پست مزاج، ہر اخلاقی پابندی سے آزاد) قرار دیا تھا، اس کے مظاہر چہار سو دیکھے جا سکتے ہیں۔ اقبال نے اسے ابلیسی سیاست کہا:

بنایا ایک ہی ابلیس آگ سے تو نے
بنائے خاک سے اس نے دو صد ہزار ابلیس!

آج پوری دنیا انہی کے شکنجے میں سسک رہی ہے۔ خواہ آمادۂ بغاوت ہانگ کانگ ہو یا بھارتی عوام۔ اس نظام تلے پاکستانی عوام تو ریوڑ بنے ہانکے جا رہے ہیں، نت نئے رازہائے دروں خانہ کھلتے چلے جانے کے باوجود۔

امید کیا ہے سیاست کے پیشواؤں سے
یہ خاک باز ہیں، رکھتے ہیں خاک سے پیوند!

شاہین کی بلند پروازی کی توقع مٹی کے ان مادھوؤں سے کیا رکھنی! ایک المیہ اگر بوٹ نے دکھایا تو دوسری جانب اپنی سچائی کی دلیل بنا کر قرآن پاک اس ایوان میں اٹھا لائے، جو قدم قدم احکام قرآنی سے متصادم اقدامات کرتے لرزتا نہیں ہے۔ یہ تعزیرات پاکستان کی کتاب تو نہیں ہے جسے دلیل کے طور پر پیش کیا جائے۔ ربّ کائنات کا کلام جو عظمت کا حامل ہے: ''ان مکرم، بلند مرتبہ، پاکیزہ صحیفوں میں درج ہے، معزز اور نیک کاتبوں (فرشتوں) کے ہاتھوں میں رہتے ہیں۔'' (عبس: 13 تا 16) عمل کی دنیا میں حرمتِ سود کا حکم عدالتوں میں معلق رکھ کر اللہ و رسولؐ کے اعلانِ جنگ (البقرۃ:279) کی پرواہ نہ کرنے والے، اپنی بے گناہی پر دلیل کتاب مقدس کو بنائیں؟ جواباً اتنی ہی بے باکی سے حکومتی وزیر کا بھی قرآن پاک اٹھا لینا محل نظر ہے۔ بانیانِ پاکستان کا قرآن بارے موقف دیکھیے اور آج ان کے خوابوں کی بھیانک تعبیر ملاحظہ ہو!

اے بہ تقلیدش اسیر آزاد شو
دامنِ قرآں بگیر آزاد شو!

یعنی مسلمانوں کی آزادی و خوشحالی کا واحد راستہ مغربی سیاسی نظاموں کی تقلید (میں پشت بہ منزل بربادی کی راہوں کا خستہ حال مسافر بننے) کی نسبت قرآن کا دامن تھام کر قرآنی طرزِ حکمرانی (خلافتِ راشدہ) اختیار کرنا ہے۔

ذرا آج کی حکومتیں، سیاسی جماعتیں ملفوظاتِ اقبال کی روشنی میں اپنی حالتِ زار دیکھیں: ''حکومت کا سب سے بڑا فرض افراد کے اخلاق کی حفاظت ہے، لیکن اس اہم ترین فرض کو دنیائے جدید تسلیم ہی نہیں کرتی۔ حکومتیں محض لوگوں کے سیاسی خیالات و رجحانات سے تعلق رکھتی ہیں''۔ سو آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے۔ گویا بدزبانی اور بداخلاقی کے ریکارڈ اعلیٰ سطح پر قائم کیے جا رہے ہیں۔ سود سے چمٹی حکومتیں اقبال کو سنیں: ''میں مسلمان ہوں، یہ میرا عقیدہ ہے، اور یہ عقیدہ دلائل و براہین پر مبنی ہے کہ اقتصادی امراض کا بہترین علاج قرآن نے تجویز کیا ہے۔''

اب بانیٔ پاکستان محمد علی جناحؒ کے ٹھیٹھ اسلامی عقائد و تصورات بھی ملاحظہ ہوں۔ (نوزائیدہ دانشور جنہیں سیکولر ثابت کرنے کو دور دور کی کوڑیاں لا کر کالموں کے پیٹ بھرتے ہیں) 1943ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے اپنے معروف خیالات کا اظہار کیا: ''وہ کونسا رشتہ ہے جس سے منسلک ہونے سے تمام مسلمان جسدِ واحد کی طرح ہیں؟ وہ کون سی چٹان ہے جس پر ان کی ملت کی عمارت استوار ہے؟ وہ کونسا لنگر ہے جس پر امت کی کشتی محفوظ کر دی گئی ہے؟ وہ رشتہ، وہ چٹان، وہ لنگر اللہ کی کتاب قرآن کریم ہے!''۔ پھر فرمایا: ''مجھے امید ہے کہ ہم جوں جوں آگے بڑھتے جائیں گے، قرآن مجید کی برکت سے ہم میں زیادہ سے زیادہ اتحاد پیدا ہوتا جائے گا۔ ایک خدا، ایک کتاب، ایک رسول، ایک امت!''

اس آئینے میں آج کے پاکستان میں یہ رشتہ پارہ پارہ، چٹان ریزہ ریزہ اور کھویا گیا لنگر ملاحظہ فرمائیے۔ تمام مسلمان جسدِ واحد اور امت کی کشتی؟ مشرف کے تخلیق کردہ نئے پاکستان کا یہ (مشرف تا عمران) چوتھا ایڈیشن ہے جس میں امت کھو گئی۔ شام، فلسطین کے مظلوموں پر دو سطری اظہار ہمدردی و یک جہتی کی کون توقع کرے جب پاکستان اپنی شہ رگ کشمیر پر بھی زبانی جمع خرچ کے سوا کچھ نہیں کرتا۔ قرآن کریم ان پڑھ دیہاتیوں کے باہمی جھگڑوں میں اٹھایا جاتا ہے، اپنے تقدس وعظمت کی بنا پر۔ اور ان کے ہاں اس کا خوف بھی ہوتا ہے۔ مگر ممبران پارلیمنٹ، ملکِ خداداد پاکستان کے عوام کے نمائندوں سے ہم خواندہ ہونے کی توقع رکھتے ہیں۔ وہ تو ترجمۂ قرآن، مذکورہ عظمت قرآن (سورۃ عبس) میں متکبر سرداروں کی ہٹ دھرمی اور حق سے بے نیازی پر ان کے رویے پر ملامت سے خوب واقف ہوں گے۔ باہم سیاسی جھگڑوں میں وہ اسے لانے سے گریز کریں گے۔

سیرت و کردار کی سچائی قرآن اٹھانے، قسمیں کھانے کی مرہونِ منت نہیں ہوا کرتی۔ سیاسی اکھاڑے اور مناصب پر لائے جانے والے افراد قابل رشک منظر نہیں دکھا رہے۔ باب الفتن کی حدیث سامنے آ جاتی ہے: ''اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب صرف ناکارہ (کچرا، بھوسہ) لوگ باقی رہ جائیں گے (یعنی جو ہر آدمیت سے خالی، جیسے بھوسہ صلاحیت سے خالی ہوتا ہے)۔ معاملات معاہدات میں مکرو فریب، دغا بازی،

جنگ و پیکاران کا مشغلہ ہوگا۔ بدکردار، باہم لڑنے بھڑنے والے لوگ باقی رہ جائیں گے۔'' (بخاری) جن مناصب پر بٹھائے گئے ہیں نظم ونسق چلانے، عوام کو سہولت، راحت دینے کے لیے وہ کس حال میں ہیں؟ سندھ میں 90 ہزار لوگ سگ گزیدگی (کتے کے کاٹے) کا شکار ہوئے۔ صوبے بھر میں آوارہ کتوں کا راج ہے۔ دارالحکومت تک تو محفوظ نہیں۔ (جو باقی ہیں وہ مردم گزیدہ ہیں۔) یہ کہانی الگ ہے کہ کتے کے کاٹے کے تریاق کی بھی عدم دستیابی المیہ مزید ہے۔ نیز جعلی ادویات اور جعلی ٹیکوں کا دور دورہ ہے۔

اس دوران بھی تو ہوا کہ مشرف کو سزا سنانے والی خصوصی عدالت کی تشکیل کالعدم ہوگئی۔ ہونا ہی تھی! اتنے بھاری بوجھ تلے منہدم ہی ہونا مقدر تھا۔ مشرف نے فرمایا: ''ہائی کورٹ نے آئین اور قانون کے مطابق فیصلہ دیا۔ ویسے یہ کس آئین اور قانون کا تذکرہ ہے؟ جیب کی گھڑی، ہاتھ کی چھڑی؟ کس میں جرأت ہے کہ پوچھے ہم سے معطلی کا جواز......!

صدر مملکت نے یہ بھی بیان فرمایا، نوجوانوں کے لیے ہنرمند پاکستان پروگرام کے ضمن میں کہ: ''ترقی یافتہ ممالک تیزی سے مصنوعی ذہانت (Artificial Intelligence) پر منتقل ہو رہے ہیں۔ AI مستقبل ہے۔ نوجوان جدید طریقے اپنائیں۔'' ہمارے ہاں پہلے ہی ترقی کی یہ منزلیں سر ہو چکیں، کیونکہ ہماری ذہانتیں مصنوعی ہیں (حقیقی نہیں)۔ میز پر دھرے فوجی بوٹ سے پوچھ لیں! مغرب میں شرحِ پیدائش تیزی سے گر رہی ہے۔ نوجوان منشیات، گن کلچر، ٹوٹے خاندانی نظام کے ہاتھوں نفسیاتی مریض ہو چکے، سو مردانِ کار کی کمی روبوٹ پوری کریں گے۔ ہم پہلے ہی انسانی روبوٹ بن چکے غلامی کے ہاتھوں۔ اغیار کے ہاتھوں پروگرام ہوئے، حریتِ فکر سے عاری، اپنے فیصلے خود کرنے کی آزادی سے محروم۔ مانگے تانگے کی مصنوعی ذہانت لئے فدوی روبوٹ ہیں۔ ترقی یافتہ ممالک کی سج دھج کے ظواہر پر مرنے مٹنے سے پہلے قوم کو صاف پانی، پیٹ میں روٹی (لنگر کی بجائے!) شیلٹر کی جگہ اپنی چھت، تعلیم اور لباس تو فراہم کریں! رہی صفائی ستھرائی تو:

سنا ہے صفائی تو ہے نصف ایماں
تُو قومی خزانے کی کر لے صفائی
شہادت ہو مطلوب جس آدمی کو
وہ اپنی حکومت سے کر لے لڑائی!

☆☆☆

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(16 تا 22 جنوری 2020ء)

جمعرات (16 جنوری) کو صبح 09:00 بجے قرآن اکیڈمی میں مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس میں شرکت کی جو ظہر تک جاری رہا۔

جمعہ (17 جنوری) کو قرآن اکیڈمی میں مرکزی شعبۂ نشر واشاعت کے ذمہ داران سے مشاورت کے بعد پریس ریلیز جاری کیا۔ بعد نمازِ جمعہ قرآن اکیڈمی میں ایک حبیب عبدالرؤف سے ملاقات کی۔

ہفتہ (18 جنوری) کو صبح 09:00 بجے قرآن اکیڈمی میں صادق آباد سے آئے ہوئے رفیق تنظیم آصف غفور سے ملاقات کی۔ 09:30 بجے صبح قرآن اکیڈمی میں فیصل آباد سے ڈاکٹر فیصل اسلم نے اپنے ایک دوست عتیق الرحمٰن کے ہمراہ ملاقات کی۔ اسی روز دوپہر 12:00 بجے قرآن اکیڈمی میں بحریہ ٹاؤن سے آئے فیصل حسنین نے ملاقات کے بعد تنظیم میں شمولیت اور انجمن خدام القرآن کی رکنیت اختیار کرلی۔ بعد نمازِ ظہر اسلام آباد کے لیے روانگی ہوئی۔

اتوار (19 جنوری) کو صبح 10:30 بجے انجمن خدام القرآن راولپنڈی اسلام آباد کے اجلاس میں شرکت کی۔ بعد نمازِ ظہر قاضی ظفرالحق کی طرف سے بلائے گئے خصوصی اجتماع بمقام واہ کینٹ میں شرکت فرمائی۔

پیر (20 جنوری) کو دوپہر سے قبل اسلام آباد سے لاہور واپسی ہوئی۔ اسی روز عصر سے پہلے قرآن اکیڈمی میں تنظیمی امور نمٹائے۔

منگل (21 جنوری) کو قرآن اکیڈمی میں مرکزی مجلس عاملہ کے خصوصی اجلاس میں شرکت کی۔

غلبہ و اقامتِ دین کی جدوجہد کا حُدی خواں
تنظیم اسلامی کی انقلابی دعوت کا ترجمان
ماہنامہ میثاق لاہور
اجرائے ثانی: ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ
شمارہ فروری 2020ء
جمادی الاخریٰ ۱۴۴۱ھ
مشمولات
☆ امریکہ ایران تنازعہ ___ ایوب بیگ مرزا
☆ مسلمانوں کی سیاسی اور مِلّی زندگی کے رہنما اصول ___ شجاع الدین شیخ
☆ فریضہ اقامتِ دین: اسلاف کی آراء وتعامل (۳) ___ عبدالسّلام عمر
☆ کیا حفظِ قرآن بدعت ہے؟ ___ علّامہ مفتی منیب الرحمٰن
☆ اُمتِ مُسلمہ کی فکری ونظریاتی خلیج میں جدید نظامِ تعلیم کا کردار ___ محمد ندیم اعوان
☆ الارض: قرآن حکیم کی روشنی میں ___ ڈاکٹر محمد سرشار خان
محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا ''بیان القرآن'' باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے!
☆ صفحات: 100 ☆ قیمت فی شمارہ: 40 روپے ☆ سالانہ زرِ تعاون (اندرون ملک) 400 روپے
مکتبہ خدام القرآن لاہور
36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور

قرآن کی عظمت کا اعتراف

مستشرقین کی زبانی

حضرت مولانا حافظ محمد عارفؒ

ڈاکٹر موریس

اپنے ایک مضمون میں جو ''لاباروِل فرانس رومان'' میں شائع ہوا تھا۔ لکھتے ہیں:

قرآن کیا ہے؟

قرآن کی اگر کوئی ایسی تعریف ہوسکتی ہے جس میں کسی طرح کا نقص نہ نکل سکتا ہو تو وہ اس کی فصاحت و بلاغت ہے وہ عظیم الشان فضیلت جس پر تیس کروڑ (موجود سوا ارب) انسان فخر کررہے ہیں اور یہی ہے کہ مقاصد کی خوبی اور مطالب کی خوش اسلوبی کے اعتبار سے یہ کتاب تمام آسمانی کتابوں پر فائق ہے بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ قدرت کی ازلی عنایت نے انسان کے لیے جو کتابیں تیار کی ہیں ان سب میں یہ بہترین کتاب ہے۔ اس کے نغمے انسان کے خیر و فلاح کے متعلق فلسفہ یونان کے نغموں سے کہیں اچھے ہیں۔ اس میں آسمان و زمین کے پیدا کرنے والے کی حمد و ثنا بھری ہے۔ خدا کی عظمت سے اس کا حرف حرف پُر ہے جس نے یہ چیزیں بنائی ہیں۔ اور ہر ایک چیز کی اس کی استعداد کے مطابق رہنمائی بھی کی ہے۔

قرآن علماء کے لیے ایک علمی کتاب، شائقین لغت کے لیے ذخیرہ لغت، شعراء کے لیے عرض کا مجموعہ اور شرائع و قوانین کا ایک عام انسائیکلوپیڈیا ہے جو تمام آسمانی کتابوں سے جو حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے سے جان تالموس کے عہد تک نازل ہوئیں کسی ایک نے اس کی ایک ادنیٰ سورۃ کا بھی مقابلہ نہ کیا۔ یہی سبب ہے کہ مسلمانوں کے اندر اعلیٰ طبقہ کے لوگوں میں جس قدر علم بڑھتا جاتا ہے اور حقائق پر عبور ہوتا ہے اسی قدر قرآن کے ساتھ بھی ان کا تعلق بڑھتا جاتا ہے اس کی تعظیم میں زیادتی ہوتی ہے۔ اس کے عجائبات کے ساتھ اس کی دلچسپی ترقی کرتی جاتی ہے آیات کا اقتباس کرتے ہیں، کلام کی آرائش ان آیتوں سے بڑھاتے ہیں۔

جس قدر ان کا دیہ رفیع ہوتا ہے اور خیالات میں شستگی اور شگفتگی ہوتی ہے اسی قدر اپنی رائے اور خیال کا مدار آیاتِ قرآنی کو ٹھہرانے میں کوشش کرتے ہیں۔ ان لوگوں کے سینے قرآن کی محبت سے معمور ہیں، دل سے اس کو مقدس مانتے ہیں۔ دوسری قوموں کو جو کتابیں یا شریعتیں ملی ہیں۔ ان کی نسبت نہ انہیں کوئی خیال پیدا ہوتا ہے نہ رشک آتا ہے۔

اس لیے کہ وہ دیکھ چکے ہیں کہ رشکی کتابیں ہوتے ہوئے کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہیں۔ اس کی فصاحت و بلاغت انہیں سارے جہان کی فصاحت و بلاغت سے بے نیاز بنائے ہوئے ہے۔

یہ واقعی بات ہے اور اس کی واقعیت کی دلیل یہ ہے کہ بڑے بڑے انشاء پردازوں اور شاعروں کے سر اس کے آگے جھک جاتے ہیں۔ اس کے عجائبات جو روز بروز نئے نئے نکلتے آتے ہیں اور اس کے اسرار جو کبھی ختم نہیں ہوتے مسلمان شعرا اور جانثاران کو دیکھ کر سجدہ کرنے لگتے ہیں۔ قیامت تک کے لیے اس کو سرمایۂ ناز جانتے ہیں۔ اور یقین رکھتے ہیں کہ فصیح کلام اور دقیق معانی کا یہ ایک بحر مواج ہے۔

ڈاکٹر موریس ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ:

''کوئی چیز عیسائیان روم کو اس ضلالت وغوایت کی خندق سے جس میں وہ گرے پڑے تھے نہیں نکال سکتی تھی بجز اس آواز کے جو سرزمین عرب میں غارِ حرا سے آئی۔ اعلاء کلمۃ اللہ جس سے یونانی انکار کرتے جاتے تھے، اسی آواز نے دنیا میں کیا۔ اور ایسے عملی رائے میں کیا جس سے بہتر ممکن نہ تھا۔ اور ایک ایسا سیدھا سادھا و صاف مذہب دنیا کو سکھایا۔''

ریورنڈ جی۔ ایم۔ راڈویل

جو ایک متعصب پادری ہیں لکھتے ہیں:

قرآن کی تعلیم سے عرب کے سیدھے سادھے خانہ بدوش بدو ایسے بدل گئے جیسے کسی نے سحر کردیا ہو۔ وہ سلطنتوں کے قائم کرنے والے، ملکوں کے فاتح، شہروں کے بسانے والے، علمی ذخیروں اور کتب خانوں کو جمع کرنے والے ہوگئے۔ ان کی قوت وعظمت اور سطوت و جبروت فسطاط و بغداد، قرطبہ اور دہلی وغیرہ سے ایسی ظاہر ہوئی کہ عیسائی یورپ کو اپنی ہیبت وشوکت سے کپکپا دیا اور اس میں ایک تہلکہ ڈال دیا بت پرستی مٹانے، جنات اور مادیات کے شرک کے عوض اللہ کی عبادت قائم کرنے، اطفال کشی کی رسم کو نیست ونابود کرنے، بہت سے توہمات کو دور کرنے اور ازواج کی تعداد کو کم کرکے اس کی ایک حد معین کرنے میں قرآن، بے شک عربوں کے لیے موجب برکت وفلاح تھا۔

ریونڈ آر میکسویل کنگ:

اپنی تقریر ''دین اسلام'' کے اندر جو انہوں نے 17 جنوری 1915ء کو قدیم ''پریسی ٹیریر چرچ نیو ٹو نارڈز'' میں کی تھی، بیان کرتے ہیں کہ:

''اسلام کی جمہوری تعلیم میں ایک حصہ عورتوں کے متعلق بھی ہے۔ قرآن میں جہاں کہیں عورتوں کا ذکر آیا ہے۔ تعظیمی الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ ماں کے ساتھ محبت رکھنے اور اس کی تعظیم کرنے اور بیوی کے ساتھ محبت وشفقت کرنے پر پورا پورا زور دیا گیا۔

پیروان اسلام کا حسن اخلاق قابل تعریف ہے۔ ان کا طرز عمل خدا کے احکام کے تابع ہے۔ تسلیم و رضا یعنی اپنے تمام امور خدا کے سپرد کردینا مسلمانوں کی مذہبی زندگی کی ایک لازمی شرط ہے۔ جو مذہب رضائے الٰہی پر راضی رہنے کی ایسی عمدہ تعلیم دے اس کے پیرو یقینا صداقت دوست، انصاف پسند، داد وستد کے کھرے اور عہد کے پکے ہوں گے۔

یہ قرآن سے ثابت ہوسکتا ہے اگر ہم اس کے برخلاف ثابت کرنا چاہیں تو ہماری اپنی عقل ہی انکار کر دے گی۔ اکثر کہا جاتا ہے کہ قرآن مجید محمد ﷺ کی تصنیف ہے۔ اور اس میں جو کچھ ہے وہ سب توریت اور انجیل وغیرہ سے لیا گیا ہے۔ مگر میرا ایمان ہے اگر الہامی دنیا میں الہام کوئی شئے ہے اور الہام کا وجود مکمل ہے تو قرآن ضرور الہامی کتاب ہے۔ عیسائی کہتے ہیں کہ پیغمبر اسلام سچے نبی نہ تھے اور قرآن اُن کی ذاتی تصنیف ہے۔ اگر یہ ہو تو محمد ﷺ کو ایسی کتاب کی کیا ضرورت پڑی تھی کہ اپنے کو خود ہی ملامت کرتے اور پھر اس سرزنش کو قرآن میں رہنے بھی دیتے۔

مسٹر ڈیون پورٹ

اپنی کتاب موسومہ ''محمد اینڈ قرآن'' میں کہتے ہیں:

''قرآن عالم اسلامی کا ایک مشترکہ قانون ہے، یہ معاشرتی، ملکی، تجارتی، فوجی، عدالتی اور تعزیری معاملات پر حاوی ہے۔ لیکن بایں ہمہ ایک مذہبی ضابطہ سے اس نے

ہر چیز کو باقاعدہ بنایا ہے۔ مذہبی رسوم سے لے کر حیات روزمرہ کے افعال مثلاً روحانی نجات سے لے کر جسمانی صحت اجتماعی حقوق، شرافت سے لے کر دنائت اور دنیوی سزا سے لے کر اُخروی عقوبت تک کے تمام امور کو سلک ضابطہ میں منسلک کر دیا ہے۔ اور ایک جگہ لکھتے ہیں:

''قرآن کے بے شمار اوصاف میں سے دو زیادہ واضح ہیں۔ اوّل وہ ہیبت واحترام کا لہجہ جو اس خالق اکبر کے متعلق ہر جگہ اس میں ملحوظ رکھا گیا ہے۔ جس کی طرف کوئی انسانی کمزوری اور خواہش منسوب نہیں کی گئی۔ دوسری خوبی یہ ہے کہ اس میں اوّل سے آخر تک غیر فصیح، مخربِ اخلاق اور نامناسب خیالات، محاورات اور حکایات کا نام ونشان تک نہیں پایا جاتا یہ تمام خرابیاں افسوس ہے کہ اُس کتاب میں بکثرت موجود ہیں جس کا نام پیروانِ مسیحؑ نے ''عہد قدیم'' رکھا ہے۔''

جان جاک ریسک

جرمنی کے ایک مشہور فلاسفر ہیں۔ جنہوں نے ''مقاماتِ حریری'' تاریخ ابوالفداء اور معلقہ طرفہ وغیرہ کا لاطینی زبان میں ترجمہ کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

''بعض لوگ تھوڑی سی عربی سیکھ کر قرآن کا تمسخر اڑاتے ہیں اگر انہیں اپنی خوش نصیبی سے کبھی یہ موقع حاصل ہوتا ہے کہ محمد ﷺ اپنی فصیح زبان اور مؤثر لہجہ میں قرآن کی کوئی سُورت پڑھ رہے ہوں، جس کا قلوب پر بجلی کا سا اثر پڑتا، اور جب کسی آیت کے متعلق یہ احتمال ہوتا کہ سامعین اس کے حقیقی مفہوم تک رسائی نہیں حاصل کر سکیں گے تو اپنی معجز نما قوت بیان سے اس کی توضیح فرمادیتے۔''

موسیو اجین کلانکل

بیان کرتے ہیں کہ:

''قرآن مذہبی قواعد واحکام ہی کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ اس میں وہ اجتماعی اور سوشل احکام بھی موجود ہیں جو بنی نوع انسان کی زندگی کی ہر حالت میں مفید ہیں۔ اس میں تمدن کے قوانین جن میں دُنیا کی مختلف اقوام کے درمیان تعلق ورابطہ کا سلسلہ قائم ہو جائے موجود ہیں۔

پیغمبر اسلام ﷺ اس وسیع نظام کو تمام دنیا کی قوموں میں جو پھیلانا چاہتے تھے اس سے ان کا مقصد اعظم یہ تھا کہ اس کے قبول کرنے والوں کی مادّی ترقی کا بلند ترین درجہ حاصل ہو اور دنیا کی مختلف اور متفرق قومیں اسلام کے علم کے نیچے جمع ہوں۔ حیرت ہے کہ ایسا ملکی وتمدنی نظام جس کی بنیاد کامل سچی آزادی پر ہے کس طرح قائم ہوگیا۔

ساری دنیا کو معلوم ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ اُمّی تھے، آپ ﷺ نے نہ تو یونان ہی کا فلسفہ پڑھا تھا، نہ قدیم آرمینیا سلطنتوں کے قوانین واحکام سے واقف تھے۔ اس لیے وہ دقیق مسائل جو قرآن کریم میں کھول کھول کر بیان کیے گئے ہیں جن پر یورپ کے ممتاز ترین مقنن وحکماء سر دھنتے ہیں ایک ایسے دماغ میں کیونکر پیدا ہو سکتے تھے جن کو اپنی چالیس سالہ زندگی میں کبھی سابقہ حکومتوں کے قوانین کے مطالعہ کا موقع نہ ملا ہو۔

ایک صدی کے اندر بقول ٹامس کارلائل سرزمین عرب کے ایک طرف غرناطہ اور دوسری طرف دہلی گویا وہ ایک چنگاری تھی جس نے تاریکی میں بھک سے اڑ جانے والے بارود کی طرح اٹھتے ہوئے شعلوں سے دہلی سے غرناطہ تک روشن کر دیا۔ یہ ایک زبردست نظام تھا جو ایک صدی کے اندر ساری دنیا پر چھا گیا اور جس کے قوانین وضوابط کے لوہے کو آج دنیا باایں ہمہ ترقی علم وحکمت ماننے پر مجبور ہے۔''

محقق جے جے پول

اپنی کتاب ''اسلام پر ایک نظر'' میں یوں لکھتا ہے کہ:

''جہاں دنیائے اسلام پیغمبر اسلام ﷺ کی اور شعبوں میں رہین منت ہے وہاں اس میں بھی ممنونِ احسان ہے کہ انہوں نے قرآن کریم کے ذریعہ علم وادب میں ایک جدید طرز کی بنیاد ڈالی اور پاک خیالات اور اعلیٰ حقائق کے مطالعہ کا شوق پیدا کیا۔

تمام اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ قرآن کریم اپنی خوبیوں کے لحاظ سے ایک حیرت انگیز کتاب ہے۔ اور گزشتہ کئی سال میں نے غور سے جو اس کا مطالعہ کیا ہے تو اس کی بلاغت، الفاظ کی شان وشوکت اور مضمون کی شاندار روانی سے حیران رہ گیا ہوں۔ بلاشبہ کلام پاک کی ایک مہتم بالشان بلاغت اور خیالات کی بلند پروازی نے ممالک اسلام کی تمام تصانیف مابعد پر بے انتہا اثر ڈالا ہے۔''

(منقول از اخبار وحدت 8 فروری 1925ء)

بابا نانک

بابا نانک نے لکھا ہے: ''توریت، زبور، انجیل اور وید وغیرہ پڑھ کر دیکھ لیے، قرآن کریم ہی قابل قبول اور اطمینان قلب کی کتاب نظر آئی۔ رہی کتاب ایمان دی سچ کتاب قرآن (اگر سچ پوچھو تو سچی اور ایمان کی کتاب جس کی ملاقات سے دل باغ باغ ہو جاتا ہے قرآن شریف ہی ہے)۔''

(منقول از اخبار وحدت 8 فروری 1925ء)

پروفیسر اڈورڈ جی براؤن

پروفیسر اڈورڈ جی براؤن ایم اے ایم بی نے اپنی تالیفات ''دوائے لٹریری ہسٹری آف پرشیا'' (تاریخ ادبیات ایران میں) ژند اوستا اور قرآن کا مقابلہ کرتے ہوئے میں لکھا ہے:

''میں جوں جوں قرآن پر غور کرتا اور اسی کے مفہوم ومعانی کے سمجھنے کی کوشش کرتا ہوں، میرے دل میں اس کی قدر ومنزلت زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ لیکن ژند وستا کا مطالعہ بجز ایسی حالتوں کے کہ اس کو علم الاوثان یا تحقیق لسانی یا اسی قسم کے دیگر اغراض کے لیے پڑھا جائے، طبیعت میں تکان پیدا کرتا اور بالا خاطر ہو جاتا ہے۔''

(منقول از اخبار وحدت 8 فروری 1925)

''انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا

''انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا کی ج 16، ص 599 میں لکھا ہے:

''قرآن کے مختلف حصص کے مطالب ایک دوسرے سے بالکل متفاوت ہیں۔ بہت سی آیات دینی واخلاقی خیالات پر مشتمل ہیں۔ مظاہر قدرت، تاریخ الہاماتِ انبیاء کے ذریعہ اس میں خدا کی عظمت، مہربانی اور صداقت کی یاد دلائی گئی ہے۔ بالخصوص حضرت محمد ﷺ کے واسطہ سے خدا کو واحد اور قادرِ مطلق ظاہر کیا گیا ہے۔ بت پرستی اور مخلوقات کی پرستش کو (جیسا کہ جناب مسیح کو خدا کا بیٹا سمجھ کر پوجا جاتا ہے) بالحاظ ناجائز قرار دیا گیا ہے۔ قرآن کی نسبت یہ بالکل بجا کہا جاتا ہے کہ وہ دنیا بھر کی موجودہ کتابوں میں سب سے زیادہ پڑھا جاتا ہے۔''

(منقول از اخبار وحدت، 8 فروری 1925ء)

ڈاکٹر کینسن آئزک لیٹر

ڈاکٹر کینسن آئزک لیٹر نے 1877ء میں بحیثیت صدر نشین کلیسائے انگلستان ایک تقریر کی تھی جو اس زمانہ میں لندن ٹائمز میں شائع ہوئی تھی۔ اس تقریر کا خلاصہ ہے کہ:

''اسلام کی بنیاد قرآن پر ہے جو تمدن کا جھنڈا اڑاتا ہے۔ جو تعلیم دیتا ہے کہ انسان جو نہ جانتا ہو اس کو سیکھے اور جو بتاتا ہے کہ صاف کپڑے پہنو اور صفائی سے رہو۔ جو حکم دیتا ہے کہ استقلال واستقامت لازمی فرض ہے۔ بلاشبہ دین اسلام کے تمام اصول ارفع ہیں اور اس کی خصوصیات

شائستگی اور تمدن سکھلاتی ہیں۔''

(منقول از اخبار وحدت 8 فروری 1925ء)

''ہربرٹ لیکچرز'' میں یہ فقرات موجود ہیں:

اسلامی قانون قابلِ تعریف اصول پر مشتمل ہے اور زیادہ قابلِ تعریف یہ امر ہے کہ اسے ان اصول کی تعلیم و انجام دہی کو زبردست مسائل میں کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ ''شریعت اسلام نہایت اعلیٰ درجہ کے عقلی احکام کا مجموعہ ہے جن فضائل و اعمال کی اس میں ہدایت کی گئی ہے وہ ایسے برگزیدہ اور شائستہ ہیں کہ مشہور مسیحی قسیس کی ہدایتیں بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔''

(منقول از اخبار وحدت 8 فروری 1925ء)

مسٹر وڈول

مسٹر وڈول جس نے قرآن شریف کا ترجمہ شائع کیا ہے۔ لکھتا ہے:

''جتنا بھی ہم اس کتاب (قرآن) کو الٹ پلٹ کر دیکھیں اسی قدر پہلے مطالعہ میں اس کی نامرغوبی نئے نئے پہلوؤں سے اپنا رنگ جماتی ہے۔ لیکن فوراً ہمیں مسخر کر لیتی متحیر بنا دیتی، اور آخر میں ہم سے تعظیم کرا کر چھوڑتی ہے۔ اس کا طرزِ بیان باعتبار اس کے مضامین و اغراض کے عضیف، عالی شان اور تہدید آمیز ہے اور جا بجا اس کے مضامین سخن کی غایت رفعت تک پہنچ جاتے ہیں۔ غرض یہ کتاب ہر زمان میں اپنا پُرزور اثر دکھاتی رہے گی۔''

قرآن کی کرنیں مغرب پر:

منقول از اخبار ''العدل'' گوجرانوالہ 7 جنوری 1927ء

کلامِ الٰہی کا ایک یہ بھی نادر معجزہ ہے کہ سخت متعصب مخالفین اور نکتہ چیں عیسائیوں سے اپنا لوہا منوالیا۔ یعنی جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔

عنوان بالا پر مولانا عبداللہ منہاس نے نہایت ہی تندہی سے ایک ضخیم رسالہ ''پیامِ امین'' مرتب فرمایا ہے۔ اس میں سے ملخصاً ناظرین العدل کی دلچسپی کے لیے چند نامور مستشرقین کی صائب آراء جو قرآن کے متعلق ہیں پیش کی جاتی ہیں:

کونٹ ہنری دی کاسٹری، اپنی کتاب ''الاسلام'' میں جو کونٹ موصوف نے فرنچ میں لکھی تھی جس کا ترجمہ مصر کے مشہور مصنف احمد فتحی بک زاغلول نے 1898ء میں شائع کیا تھا۔ کہتے ہیں:

''قرآن کی وحی کا مسئلہ اور بھی زیادہ مشکل اور پیچیدہ مسئلہ ہے کیونکہ اربابِ بحث اس کو مفصل طور پر حل نہیں کر سکے۔ عقل حیران ہے کہ اس قسم کا کلام ایسے شخص کی زبان سے کیونکر ادا ہوا جو بالکل اُمی تھا۔ تمام مشرق نے اقرار کیا ہے کہ یہ وہ کلام ہے کہ نوعِ انسانی لفظاً و معنیً ہر لحاظ سے اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے۔ یہ وہی کلام ہے جس کی بلند انشاء پردازی نے عمر بن خطاب ؓ کو مطمئن کر دیا۔ ان کو خدا کا معترف ہونا پڑا۔ یہ وہی کلام ہے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے متعلق اس کے جملے جعفر بن ابی طالب ؓ نے نجاشی بادشاہ کے سامنے پڑھے ہیں تو اس کی آنکھوں سے بھی ساختہ آنسو جاری ہو گئے اور پشپ چلا اٹھا کہ یہ کلام اُسی سرچشمہ سے نکلا ہے جس سے عیسیٰ علیہ السلام کا کلام نکلا تھا۔

محمد ﷺ قرآن کو اپنی رسالت کی دلیل کے طور پر لائے۔ اور وہ اس وقت سے تا ایندم ایک ایسا مہتم بالشان راز چلا آتا ہے جس کے طلسم کو توڑنا انسانی طاقت سے باہر ہے۔

انگلستان کے نامور مورخ ڈاکٹر گبن

انگلستان کے نامور مورخ ڈاکٹر گبن اپنی مشہور تصنیف ''سلطنت روما کا انحطاط و زوال کی ج 5، باب 5 میں لکھتے ہیں:

قرآن کی نسبت بحرِ اٹلانٹک سے لے کر دریائے گنگا تک نے مان لیا ہے کہ یہ پارلیمنٹ کی روح ہے قانون اساسی ہے اور صرف اصول مذہب ہی کے لیے نہیں بلکہ احکام تعزیرات کے لیے اور ان قوانین کے لیے بھی ہے، جن پر نظام کا مدار ہے، جن سے نوع انسانی کی زندگی وابستہ ہے جن کو حیات انسانی کی ترتیب و تنسیق سے گہرا تعلق ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ محمد ﷺ کی شریعت سب پر حاوی ہے۔ وہ اپنے تمام احکام میں بڑے بڑے شہنشاہ سے لے کر چھوٹے سے چھوٹے فقیر و گداگر تک کے لیے مسائل و مبانی رکھتی ہے۔ یہ وہ شریعت ہے اور ایسے دانشمندانہ اصول اور اس قسم کے عظیم الشان قانونی انداز پر مرتب ہوئی ہے کہ سارے جہان میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

''تثلیث اور کدا کے مجسم ہونے کے رموز اور اسرارِ وحدت الوجود کے عقیدے اور اصول کی نفی اور تکذیب کرتے ہیں۔ ان رموز و اسرار سے صاف ظاہر ہے کہ وہ تین ہم رتبہ خداؤں کی تعلیم دیتے ہیں اور (حضرت) مسیح کو جو ایک انسان ہیں خدا کا بیٹا ظاہر کرتے ہیں۔

قدیم زمانہ کی تفسیر صرف ان پختہ عقیدہ کے عیسائی کو مطمئن کر سکتی ہے لیکن محمد ﷺ کا ایمان و عقیدہ ہر قسم کی پیچیدگی اور ابہام وغیرہ سے بالکل پاک و صاف ہے اور قرآن خدا کی وحدانیت کی ایک زبردست شہادت ہے۔''

آگے چل کر لکھتے ہیں:

قرآن وحدانیت خدا کا شاہد عظیم ہے۔ ایک فلسفی موحد بے تکلف مذہب اسلام میں شریک ہو سکتا ہے۔ وہ ایک مذہب ہے جو ہم لوگوں کی موجودہ سمجھ کے لیے بہت عالی ہے۔''

❀❀❀

دعائے صحت کی اپیل

☆ قرآن اکیڈمی لاہور کے شعبہ مطبوعات کے نگرانِ طباعت محترم مولانا شیخ رحیم الدین کے سسر صاحب شدید علیل ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ قارئین اور رفقاء و احباب سے بھی ان کے لیے دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَذْھِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُکَ شِفَاءً لَا یُغَادِرُ سَقَمًا

دعائے مغفرت

انا للہ وانا الیہ راجعون

☆ حلقہ فیصل آباد کے مبتدی رفیق محمد انور وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0301-7112044

☆ تنظیم اسلامی شاہدرہ کے ناظم دعوت و تربیت جناب نعیم اختر عدنان کی والدہ محترمہ وفات پا گئیں۔

برائے تعزیت: 0308-4090698

☆ حلقہ کراچی جنوبی، کورنگی شرقی کے ملتزم رفیق وسیم احمد کی والدہ وفات پا گئیں۔

☆ حلقہ سرگودھا غربی کے مبتدی رفیق ڈاکٹر عمر امتیاز کے والد وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0333-6805456

☆ حلقہ کراچی جنوبی کی مقامی تنظیم کورنگی غربی کے رفیق انوار احمد ربانی کے چچا وفات پا گئے۔

☆ حلقہ ملاکنڈ، دیر کے امیر محترم سعید اللہ کے بڑے بھائی وفات پا گئے۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

یہود اور ہم

مولانا محمد اسلم شیخوپوری

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

یہودی مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن ہیں، ان کی اسلام دشمنی کی مثالوں سے تاریخ بھری پڑی ہے۔

حضور اکرم ﷺ کے قتل کی سازشوں سے لے کر حرمین شریفین پر قبضے کے منصوبوں تک ان کی اسلام دشمنی کا ایک تسلسل ہے۔

لیکن تعجب اس بات پر ہے کہ ان کی اسلام دشمنی کے باوجود مسلمان ان کے نقش قدم پر چل رہے ہیں اور نبی اکرم ﷺ کی وہ پیشین گوئی پوری ہو رہی ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ ایک وقت آئے گا جب تم یہود کے نقش قدم پر چلو گے اور ان کے طور طریقے اختیار کرلو گے۔

میں جب قرآن کا مطالعہ کرتا ہوں تو مجھے یہودی مولویوں کی پہلی خرابی یہ نظر آتی ہے کہ وہ دوسروں کو تو نیکی کا حکم دیتے تھے مگر اپنے آپ کو بھول جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس گدھے کے ساتھ تشبیہ دی ہے جس کے اوپر بھاری بھرکم کتابیں لاد دی جائیں لیکن اسے ان کتابوں سے کچھ بھی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔

کیا ہمارے علماء سوء کا بھی یہی حال نہیں ہے کہ دوسروں کو نیکی کی تلقین کرتے ہیں مگر اپنے آپ کو بھلائے بیٹھے ہیں۔ گھر میں پردہ نہیں، دینداری نہیں، ناچ گانا ہو رہا ہے، فلمیں چل رہی ہیں۔

یہودی مولویوں میں دوسری خرابی یہ تھی کہ وہ اپنے آپ کو جنت کا ٹھیکیدار سمجھنے لگے تھے۔ آج کئی علماءِ سوء بھی اپنے آپ کو ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ قیامت کے دن بس ہماری ہی چلے گی جسے چاہیں گے دوزخ میں دھکا دے دیں گے اور جسے چاہیں گے انگلی پکڑ کر جنت میں داخل کردیں گے۔

یہودی مولویوں میں تیسری خرابی یہ تھی کہ وہ حقیر دنیا کی خاطر اللہ کے احکام میں تحریف اور تغیر کے لیے تیار رہتے تھے۔ آج مسلمانوں میں بھی ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو ذاتی مفادات کے لیے، حکمرانوں کی خوشنودی کے لیے اور برادری کے رسم و رواج نبھانے کے لیے آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ میں معنوی تحریف کے لیے تیار رہتے ہیں۔

یہودی مولویوں کی چوتھی خرابی قرآن نے یہ بیان کی ہے کہ وہ معاشرتی برائیوں سے خاموش سمجھوتہ کر چکے تھے۔ سب کچھ اپنی نظروں کے سامنے ہوتا دیکھتے تھے مگر خاموش رہتے تھے۔ ان کی زبانیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے گنگ ہوچکی تھیں اور گنگ ہونے کی اصل وجہ یہ تھی کہ خود بھی انہی برائیوں میں مبتلا تھے۔

آج ہمارے اندر بھی یہ خرابی آچکی ہے۔ ہم برائی کو پھیلتے ہوئے دیکھتے ہیں۔

اللہ کے احکام ٹوٹتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ ظلم کی بھڑکتی ہوئی آگ دیکھتے ہیں، اور کہاں نہیں دیکھتے؟

اپنے گھر میں دیکھتے ہیں، بازاروں میں دیکھتے ہیں، حکومت کے ایوانوں میں دیکھتے ہیں، اپنے خاندانوں میں اور اپنی جماعت میں دیکھتے ہیں مگر پھر بھی خاموش رہتے ہیں۔

قرآن نے ان کے مولویوں کے علاوہ ان کے عوام کی بھی کئی خرابیوں کی نشاندہی کی ہے۔ مثلاً یہ کہ وہ بے عمل ہی نہیں بدعمل بھی تھے مگر ان کا خیال تھا کہ ہم اللہ کے لاڈلے اور پیارے ہیں اس لیے اوّل تو وہ ہمیں جہنم میں ڈالے گا نہیں اور اگر بالفرض ڈالا تو محض چند دن کے لیے ہم جہنم میں جائیں گے پھر ہم ہوں گے اور جنت ہوگی۔

سچ کہیے گا کیا آج بہت سارے مسلمانوں کا بھی یہی عقیدہ نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے محبوب کی امت میں سے ہیں، اس لیے اولاً تو ہم جہنم میں جائیں گے ہی نہیں اور اگر بالفرض جانا ہی پڑا تو چند دن جہنم میں گزار کر ہنستے کھیلتے جنت میں چلے جائیں گے۔

قرآن بتاتا ہے کہ یہودی قوم توہمات کا شکار تھی، سحر اور ٹونے اور ٹوٹکے کا زور تھا۔ آج مسلمانوں کا بھی یہی حال ہے، توہم پرستی عام ہے۔ ہر قدم پر ایسے بابے ہیں جن کا دعویٰ ہے کہ ہم پل بھر میں محبوب کو قدموں میں ڈال سکتے ہیں، سنگدل افسر کو موم کر سکتے ہیں، بے روزگاروں کو روزگار دلا سکتے ہیں اور دل کی ہر مراد پوری کر سکتے ہیں۔ گویا معاذ اللہ! سارے خدائی اختیارات ان بابوں نے اپنے ہاتھوں میں لے لیے ہیں۔

قرآن کہتا ہے کہ یہودی مالی معاملات میں گڑبڑ کرتے تھے، سود خور تھے، دوسروں کا مال شیر مادر سمجھ کر ہڑپ کرجاتے تھے۔ آج ہم مسلمانوں کے مالی معاملات میں بھی دھوکہ فریب، جھوٹ، ملاوٹ، سود اور وعدہ خلافی سب کچھ آچکا ہے۔

قرآن کہتا ہے یہودی زندگی سے شدید ترین محبت کرتے تھے۔ یہ بات ہم پر بھی صادق آتی ہے۔

جہاد سے فرار اور حصول دنیا میں استغراق اس بات کی خبر دیتا ہے کہ شاید ہم نے ہمیشہ اسی دنیا میں رہنا ہے اور ہم نے کبھی بھی موت کا مزہ نہیں چکھنا۔

قرآن کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں پر بڑے احسانات کیے: ان میں بیسیوں انبیا کرام علیہم السلام بھیجے، انہیں فرعون کے بدترین مظالم سے نجات دلائی، ان کے لیے دریا خشک کر دیا، ان کے کھانے کے لیے من وسلویٰ کا انتظام کیا گیا مگر انہوں نے ناشکرے پن کا راستہ اختیار کیا۔

ہم پر بھی اللہ تعالیٰ نے بے شمار احسانات کیے ہیں: ہمیں خاتم النبیین ﷺ کا امتی بنایا۔ قرآن کی صورت میں عزت وسرفرازی کا نسخہ ہمیں عطا فرمایا۔ ایک آزاد ملک ہمیں عطا کیا۔ لیکن ہم نے شکر کے بجائے کفران نعمت کیا۔

محترم قارئین! ان برائیوں کی وجہ سے یہودیوں پر ذلت مسلط کردی گئی۔ ہم نے ان کے طور طریقوں کو اختیار کیا تو ہم پر بھی ذلت کے گہرے بادل چھائے ہوئے ہیں۔

کشمیر سے لے کر بوسنیا تک، ایشیا سے افریقہ تک ہم پر ظلم کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں لیکن کوئی پوچھنے والا نہیں۔

آیئے! ہم عزم کریں کہ ہم یہودیوں کے طریقے چھوڑ کر صحابہ کے طریقوں کو سینے سے لگائیں گے اگر ہم نے ایسا کیا تو ان شاء اللہ کامیابی کی چھڑی ہمارے ہاتھ میں ہوگی اور عزت کا تاج ہمارے سروں پر ہوگا۔

☆☆☆

Struggle Against Injustice

In an ideal world, there would be no injustice or oppression. People will show care and compassion for each other and live peacefully. Alas this is not the case. The world is mired in injustice; the powerful oppress the weak and downtrodden. The rich look upon the poor with disdain and blame them for their poverty.

These problems exist within and between societies. While poverty will not be eradicated completely, the gap between rich and poor can be narrowed if equitable policies are implemented. Yet there are more billionaires in the world today than ever before, while nearly a billion people live in abject poverty. This is the direct result of policies implemented by governments to reward those at the very top while the poorest in society keep getting poorer because of deliberate neglect. This is referred to as laissez-faire capitalism in which it is claimed that the wealth accumulated by the rich will trickle down to the poor. There are huge tax breaks for the rich while such vital public services as healthcare and education suffer underfunding or funds cut off completely.

The Donald Trump regime has given the top corporations $1 trillion in tax cuts while those at the bottom have been left to fend for themselves. Trump himself is a billionaire although much of his wealth has been accumulated through shady deals or fraudulent means. Some critics even accuse his foundation of running a money-laundering racket for the Russian mafia.

In its annual report released before the World Economic Summit at Davos, the British charity Oxfam said, "The wealth of the world's billionaires increased $900 billion in the last year (2018), which is $2.5 billion a day." Oxfam went on to say, "26 people owned the same [amount of wealth] as the 3.8 billion people who make up the poorest half of humanity."

In the 10 years since the financial crisis of October 2008 that caused enormous suffering through a financial meltdown, the fortunes of the richest have risen dramatically. The number of billionaires has almost doubled, with a new billionaire created every two days between 2017 and 2018. Such Ponzi schemes as the dot.com, housing, and derivatives bubbles burst, inflicting enormous suffering on the poor. The "too big to fail" corporations and banks were bailed out with some $1.5 trillion in handouts while the poor were dispossessed of their homes because they could not pay their mortgages! America, the world's leading capitalist, acts as a welfare state for the rich.

This is the problem within societies. The problems between societies, especially exploitation of some states by others, is even worse. We can begin with the period of colonialism. It can be summed up in a single word: plunder. The wealth and resources stolen from colonies in Asia, Africa, and the Muslim East financed European development. Today the plunder continues by other means but is no less destructive.

The militarily powerful states have many tools at their disposal to coerce weaker states into complying with their rapacious demands. Minerals are obtained at throwaway prices, as are hydrocarbons. Until the mid-1950s, Western multinationals arbitrarily determined the price of oil they paid to producers. In 1953, when Iran tried to wrest control of its oil resources from the British, the government was overthrown through a CIA-MI6 engineered coup. The deliberate suppression of oil price spanning decades has resulted in the net transfer of hundreds of billions of dollars of producers' wealth to consumers. The UN estimates that some $2 trillion are transferred annually from the "Third World" to the West through unfair trade practices and interest on loans.

Apart from crude oil price suppression, mineral-rich but weak countries are at the mercy of purchasers. It has nothing to do with market

institutions and are easily manipulated. Whenever a leader in a "Third-World" country attempts to implement policies to benefit his people, he is overthrown in a military coup and often assassinated.

In recent years, color revolutions have been launched to undermine and overthrow governments. Recalcitrant states are undermined with punishing sanctions. If a pliant ruler cannot be found, direct military invasion of a country is launched. Afghanistan, Iraq, Libya, and Syria offer ready examples. Millions have been killed and tens of millions turned into refugees.

Given this grim reality, what should the oppressed do? They have no choice but to rise up and resist the oppressors and aggressors. True, they will be called "militants" and "terrorists" but struggling for one's rights and freedoms cannot be branded with these ugly labels. Throughout history the oppressed have won freedom through sustained and determined struggle. That is their only option.

Source: *An article by Zafar Bangash published in Crescent International*

Note: ***The editorial board of Nida e Khilafat may not agree with all information provided, analysis made and conclusions drawn in the article.***

خلافت راشدہ کا قیام

تنظیم اسلامی کا پیغام

سیمینار

امیر تنظیم: حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ

بانیٔ تنظیم: ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ

صبح 10:30 بجے

5 فروری 2020ء بروز بدھ

کشمیر / شہریت قانون

کیا بھارت کے خاتمے کی اُلٹی گنتی شروع ہو گئی ہے؟

بمقام

قرآن آڈیٹوریم
191 اتاترک بلاک
نیو گارڈن ٹاؤن لاہور

زیر صدارت: امیر تنظیم: حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ

مقررین: اعجاز لطیف، مرزا ایوب بیگ، اوریا مقبول جان و دیگر مقررین

www.tanzeem.org

خواتین کی باپردہ شرکت کا اہتمام ہے

تنظیمِ اسلامی

Vol. 29 Regd. C.P.L NO. 114 No.4

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore